



## ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: ۴۶۔۔۔۔۔ جلد نمبر ۶۔۔۔۔۔ شماره نمبر ۲۔۔۔۔۔ جنوری، فروری ۱۹۷۶ء۔۔۔۔۔ محرم، صفر ۱۳۹۶ھ

### ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی      مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبدالرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور

محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

### گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰ روپے      زیر سالانہ: ۲۰۰ روپے      بیرون ملک: ۲۰ ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ ۲۰۰ روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون نمبر: ۳۵۸۶۶۳۹ / ۳۵۸۶۶۳۹ - ۰۳۲

موبائل: ۳۶۰۰۸۶۱ - ۰۳۰۵

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com      www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

## اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلائیں کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدوہو دین سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عینِ جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ  
محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

2	نیک ہو جاؤ! ایک ہو جاؤ!
6	سورہ بقرہ
17	خدا محفوظ رکھے آدمی کو نفس کے شر سے
18	عالم اسلام کے سیاسی سربراہوں کے نام
23	قرآن مجید اور سائنس
30	شیعہ سنی اتحاد
39	جناب مولانا محمد بن عبد اللہ المعروف بہ جیون بن نور الدین پکھلوئی
41	تعارف و تبصرہ کتب

فکرو نظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیک ہو جاؤ! ایک ہو جاؤ!

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

خدا کی جتنی مخلوق ہے، قدرتی توالد و تناسل کے سوا اور کسی بھی معاملہ میں وہ ایک دوسرے کی محتاج نہیں ہے اور نہ ہی وہ ”قدرتی توافق“ کے سوا کسی دوسری اختیاری اور شعوری وحدت کا اساس رکھتی ہے۔ لیکن انسان کا معاملہ ان سب سے جدا اور مختلف ہے۔ کیونکہ ساری دنیا میں صرف اس کو ”مرکزی حیثیت“ حاصل ہے، اس کے دوشِ ناتواں پر دونوں جہاں کا بوجھ ہے۔ دنیا کی فلاح و بہبود کی ذمہ داری اور اخروی سعادت کے حصول کا فریضہ۔ ظاہر ہے یہ دونوں طویل منزلیں اور عظیم مہمیں کسی فرد واحد کے بس کا روگ نہیں ہے۔ سارے مل کر اس کو سر کرنے کے لئے سنجیدہ کوشش کریں تو مہم سر ہوگی ورنہ نہیں۔ باقی رہی جو توں کر کے پار ہونے والی بات؟ سو وہ ”ابن آدم“ کے مقام و مرتبہ سے فرو تر بات ہے، شایانِ شان نہیں ہے۔ اور نہ ہی یوں وہ مطلوبہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں جو اس عظیم ہستی کے سامنے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ: ایک انسان، ناطق ہی سہی بہر حال حیوان بھی ہے، اس لئے اگر خالق کائنات کی طرف سے اس کو وہ مشعلیں مہیا نہ کی جاتیں، جن کی روشنی میں انسانیت اور اس کی منزل اس پر روشن ہو سکتی ہے تو اس کے بہیمی تقاضے اسے جانور ہی رکھتے جو کتنے ہی ”طبعی اتفاق اور قدرتی توافق“ کے مالک ہوتے، بہر حال ”کار جہاں“ چلانے کے لئے قطعاً کافی نہ ہوتے۔ ان کی تعمیر کے دائرہ سے ان کی تخریب کاری کہیں زیادہ رہتی، شاید ان کی ساری تگ و دو، پیٹ کے محور پر ہی گھومتی اور بالکل کولہو کے بیل کی طرح، ساری عمر سفر جاری رکھنے کے باوجود وہاں ہی رہتے جہاں سے وہ کبھی اٹھتے، خدا کے نام پر ہزاروں لات و عزیٰ بھی تلاش کر لیتے لیکن خدا بہر حال انہیں نہ ملتا۔ بہر حال نوعِ انسان کی اٹھان ایک ایسی ”ملتِ انسانیہ“ کے ساتھ ہوئی تھی جو حق تعالیٰ سے پروگرامِ حیات لے کر اٹھی تھی اور چار دانگ عالم چھا گئی تھی، جزوی اور اکاد کا انفرادی فروگزاشتوں کے سوا باقی ساری ملت ایک ”جمعیت“ بن کر رہی اور ایک ”امتِ مسلمہ“ کے طور پر زندہ رہی۔ جب اس کی اس حیثیت میں زوال آیا تو حق تعالیٰ نے اصلاحِ حال کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے تاکہ ان کو حق پر مجتمع رکھے، ان کے بحر و بر میں انتشار و افتراق کی جولہیں اٹھنے لگی ہیں ان کو دبا دیں اور حق پر متحد رہنے کی برکات اور افتراق کی جاں گسل مضرت سے ان کو آگاہ کریں۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیْنَ مُبَشِّرِیْنَ وَنَذِیْرِیْنَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيُخَكِّمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اُخْتَلَفُوا فِیْهِ (پ ۲، ۲۶۷) وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاُخْتَلَفُوا (یونس ۲۷)

قرآن حمید کے اس انکشاف سے واضح ہوتا ہے کہ:

خدا کو بھی ”ملتِ انسانیہ“ کی وحدت مطلوب ہے لیکن جب کہ اس کی اساس ”اسلامیہ“ ہو۔ یعنی اس وحدت کی عمارت ”حق“ کی بنیادوں پر اٹھائی جائے، کیونکہ نوعِ انسانی کے لئے دیر پا اور نفع بخش یہی شے ہوتی ہے، باطل ہے، باطل، ریت کی اساس ثابت ہوتا ہے، جو خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔

كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ط فَاَمَّا الزُّبَدُ فَبَدَّھُ جُفَاءً وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَبَیِّنٰتٌ فِی الْاَرْضِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(پ ۱۳۔ رعد۔ ع ۲)

اس لئے فرمایا: اب ”اللہ کی رسی“ (کتاب اللہ) کے گرد جمع ہو جاؤ، اس سے ادھر ادھر بھٹکنے سے پرہیز کرو، کیونکہ اس سے پرے آگ ہی آگ ہے، دوزخ کی آگ، خود غرضیوں کی آگ اور غارت گر انسانیت فتنوں کی آگ، جن سے تمہیں پہلے نجات دلائی گئی ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ فُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِيَعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا (پ ۴۔ آل عمران۔ ع ۱۱)

یہاں پر ”جمیعاً“ (سارے) کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی حق سے جو وابستگی نوع انسانی کے لئے رحمتوں اور برکات کا موجب ہوتی ہے وہ صرف وہی ہوتی ہے، جو اجتماعی حیثیت سے ہوتی ہے، انفرادی وابستگی کی برکات کا دائرہ بھی افراد تک ہی محدود رہتا ہے، بسا اوقات اجتماعی بے تعلقی کی نحوست کی وجہ سے افراد بھی ان فیوض و برکات سے محروم رہتے ہیں جو ان کا حصہ ہو سکتے ہیں۔

وحدت کے لئے ”حق“ اور جو بھی بنیاد مہیا کی جاسکتی ہے، وہ فرد واحد یا ایک ٹولہ کے وہ نجی اغراض ہو سکتے ہیں جن کی قدریں عموماً بدلتی رہتی ہیں اور محدود اور عارضی مصالح ہونے کی بنا پر ان سے صرف محدود اور شاطر طبقہ ہی محفوظ ہوتا ہے، دوسرا صرف موبہوم امیدوں کے سہارے جیتا ہے یا سبز باغ دکھانے والوں کے لاروں پر۔ بہر حال ان سے ”نوع انسان“ کی حیثیت، سے پوری ملت انسانی کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، جتنی ہوتی ہے اس کی حیثیت صرف سراب کی ہوتی ہے اور بس۔

کسی آمر کو شکست دینے کے لئے اگر آمریت کے بجائے اس کی ذات ہے تو بھی غلط ہے اگر آمریت ہے لیکن پوری اپوزیشن یا قوم اس سلسلے میں متفق نہیں ہے تو بھی کامیابی مشکل ہے۔

قرآن کا نقطہ نظر یہ ہے کہ:

نوع انسان کو وحدت کا حامل ہونا چاہئے لیکن بھلے انسانوں کی طرح اور بھلے مقاصد کے لئے ڈاکوؤں اور چوروں کی جمعیت کتنی ہی مستحکم ہو قابل رشک نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے نیک توقعات قائم کی جاسکتی ہیں۔

قرآن نے اسی حقیقت کو یہاں بیان کیا ہے۔

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ. وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلَّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ. (پ ۱۳۔ انبیاء۔ ع ۶)

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ان کے باہمی اختلافات، اندرونی انتشار اور افتراق کا فیصلہ اس حق کے مطابق کریں جو ہم نے نازل کیا ہے، ان کی اکثریت یا با اثر اقلیت کی خواہشات کے مطابق ان کی اصلاح حال کی کوشش نہ کیجیے، کیونکہ یہ انداز مزید فتنوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

أَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ (پ ۲۔ مائدہ۔ ع ۷)

اگر وہ لوگ اس پالیسی سے اتفاق نہیں کرتے تو پھر وہ جانیں، کوئی آفت ہی ان کی آنکھیں کھولے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

**فَإِنْ تَوَلَّوْا فَأَعْلَمَ أَمَّا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ (پ ۶. مائدہ. ع ۷)**

تمہیں حق کا دامن تھام کر رہنا چاہئے، اس سلسلے میں اختلاف کیا تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، حق کے سوا اور جس بھی ”نعرہ“ کو اپنے اتحاد کی بنیاد بناؤ گے وہ موثر ثابت نہیں ہوگی۔

**وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِجْكُمْ وَاصْبِرُوا (پ ۱۰۔ الانفال۔ ع ۶)**

جو لوگ اس اساس حق کے سوا اتحاد کر کے پھولے نہیں سماتے وہ نادان نہیں سمجھتے کہ وہ اور کسی گھیرے میں گھرنے والے ہیں۔

**وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ حَئِطٌ**

**(پ ۱۰۔ انفال۔ ع ۷)**

”وحدت ملی“ کا تصور جتنا دلچسپ اور دل فریب ہے، اتنا بڑے ایشیاء کا طالب بھی ہے۔ اس کے لئے خود محنت کرنا ہوگی، یہ ملت بنائی نہیں ملا کرتی، ہاں جو لوگ اس سے ہمکنار ہو جاتے ہیں وہ رحمتوں سے بھی ہم آغوش ہو جاتے ہیں۔

**وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ. إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ (پ ۱۲۔ ہود۔ ع ۱)**

اس اختلاف سے نکال کر ملی وحدت سے ہم آغوش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ: انداز حکیمانہ اور مشفقانہ ہو، ایسا نہ ہو کہ پہلے انہیں گالیاں دی جائیں پھر انہیں دوستی کے لئے دعوت دی جائے۔

**أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (پ ۱۵۔ النحل۔ ع ۱۶)**

حق ایک ایسی شے ہے، جس سے فطری طور پر تو کسی کو بھی چڑ نہیں ہو سکتی، لیکن اس سے وہ لوگ ضرور انحراف کرتے ہیں، جو باہم کدورت رکھتے ہیں، اس لئے ایک کے آجانے پر دوسرا دوسری راہ اختیار کر لیتا ہے اگر علاج کرنا ہے تو بس اسی خود غرضی اور باہمی عداوت کا کیجئے۔

**وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ (پ ۲. بقرہ. ع ۲۶)**

جو لوگ حق کے لئے باہمی منافرت سے بالاتر ہو کر ملت کی یکسوئی اور وحدت کے لئے متحد ہو جاتے ہیں، وہی صراط مستقیم بھی پالیتے ہیں۔

**فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ط وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ**

**(پ ۲. بقرہ. ع ۲۶)**

ملت انسانیت کی اس وحدت کا ظہور اسلام کے اصولوں کے مطابق ممکن ہے، اس لئے ملت اسلامیہ اس امر کی مکلف ہے کہ: وہ خود بھی متحد رہے اور پوری نوع انسانی کو اس دائرہ میں جذب کرنے کی کوشش کرے۔ اگر خود انتشار کا شکار ہوگی تو دوسروں کو اس کا درس دینا مشکل ہو گا۔ ہمارے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ:

تمام عالم اسلام کو ایک خلیفہ واحد کے تحت منظم کیا جائے اور ان تمام مختلف ممالک کا دار الخلافہ ”مکہ مکرمہ“ کو قرار دیا جائے اور جتنے جداگانہ جغرافیائی خطے ہیں، ان میں سارے حکمران خود مختار سربراہوں کے بجائے مرکزی حکومت کے نمائندے کی حیثیت سے کام کریں۔ تعدد خلفاء کے جواز کا نظریہ ہمارے نزدیک

**محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ**



## نیک ہو جاؤ! ایک ہو جاؤ!

ملتِ اسلامیہ کو چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کرنے کا باعث ہے۔ بلکہ روحِ اسلام کے بھی خلاف ہے۔ اگر ایک مسلم، محض جغرافیائی اور علاقائی اختلاف کی بناء پر منقسم ہو سکتا ہے تو غیر مسلم کو اس حق سے کون روک سکے گا۔ پھر اس کے بعد ملتِ انسانیہ اسلامیہ کیسے مشہور اور موجود ہو سکے گی۔

ملی وحدت بمعنی ملتِ اسلامیہ کی وحدت دراصل نوعِ انسانی کو ملتِ انسانیہ اسلامیہ سے متشکل کرنے والی ایک نمائندہ جماعت کا مفہوم ہے۔ اس وحدت کو صرف ملتِ اسلامیہ تک محدود رکھنا، اس کا ناقص مفہوم ہے، غرض یہ ہے کہ: سارے انسان ایک مسلم کی حیثیت سے ایک ”جمیعت“ بن جائیں، یا کم از کم طبقاتی اور فرقہ وارانہ کشمکش سے محفوظ ہو کر ایک قابلِ احترام انسانی برادری میں منسلک ہو جائیں تاکہ ایک دوسرے کو گھورنا چھوڑ دیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

التفسیر والتعبیر

مولانا عزیز بیدی داربرٹن

## سورہ بقرہ

(قسط ۱۷)

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوا بِعَهْدِيْ اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايْ فَارْهَبُوْنَ.

اے بنی اسرائیل ہمارے وہ احسانات یاد کرو جو ہم تم پر کر چکے ہیں اور تم اس اقرار کو پورا کرو جو (تم نے) ہم سے کیا ہے ہم اس اقرار کو پورا کریں گے جو (ہم نے) تم سے کیا ہے اور ہم ہی سے ڈرتے رہو۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ (اے بنی اسرائیل) اسرائیل دو لفظوں سے مرکب ہے اور یہ دونوں عبرانی الفاظ ہیں ”اِسْرَا“ اور دوسرا ”اِیْل“ اسرا کے معنی عبد (بندہ) اور صفوہ (منتخب اور برگزیدہ) کے ہیں۔ اور ”اِیْل“ کے معنی اللہ ہیں، یعنی عبد اللہ۔

اِیْل ہو اللہ واسرا ہو العبد (ابن جریر طبری ص ۲۸۱) قال ابن عباس: ان اسرا عیل کقولك عبد الله. (ایضاً) اور اس سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں، جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد محترم اور پوری نسل بنی اسرائیل کے جد امجد ہیں۔ ایک طویل حدیث میں ہے:

قال ابن عباس حضرت عصابة من اليهود نبی الله ﷺ فقال لهم: هل تعلمون ان اسرا عیل یعقوب مرض مرضاً شديداً قالوا اللهم نعم! فقال النبي ﷺ اللهم اشهد (ابو داؤد طیالسی ص ۳۵۷، شہر بن حوشب عن ابن عباس)

قرآن حکیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْرَآءِیْلَ (پ ۱۶، مریم ع ۴) اسرائیل، کے ایک معنی رات کو اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے اور چلنے کے بھی ہیں، یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام شب زندہ دار، تہجد خوان اور رات کو جب دنیا غفلت میں محو خواب ہوتی وہ حق تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز اور محو راز و نیاز ہوتے تھے۔ اس لئے ان کو اسرائیل کے لقب سے نوازا گیا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاٰیْمَتِهِ يٰۤاَيُّهَا اِنِّیْ رَاِیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاٰیْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ (پ ۱۲، یوسف ع ۱) وَقَطَعْنَا هُمْ اِثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اَمَّا (پ ۹، الاعراف ع ۲۰) فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا (پ ۹، الاعراف ع ۳) اِضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا (پ ۱، بقرہ ع ۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



ان سے بارہ اسرائیلی قبائل بنے، جن پر ہر قبیلے کا اپنا سردار حکمران ہوتا تھا۔

**وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا** (پ ۶. المائدہ. ع ۳)

حضرت یعقوب علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام نے کنعان (فلسطین) میں بسیر کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں پورا خاندان مصر جا بسا۔ گو پہلے یہ خاندان حکمران کی حیثیت سے داخل ہوا لیکن بعد میں کئی سو سال بدترین غلامی کی زندگی گزاری واریہ لوگ خوئے غلامی میں اس قدر پختہ ہو گئے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک عہد میں وہاں سے نجات ملی تو ان کو ”نیہ“ کے صحراؤں میں مدتوں رکھ کر بوڑھے غلاموں کے بوجھ سے انہیں ہلکا کیا گیا اور نئی نسل کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے مواقع مہیا کیے گئے۔ تب جا کر کہیں ان کی خوئے غلامی کا علاج ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مدینہ منورہ کو ہجرت فرما ہوئے تو اسرائیلیوں کے کچھ خاندان مدینہ منورہ کے آس پاس آباد تھے، جن کی بڑی بڑی آبادیاں خیبر میں آباد تھیں۔

**أَذْكُرُوا** (یاد کرو) **تفکر بالآءِ اللہ** اور تذکیر **بِآیام اللہ** قرآن کریم کا خاص اسلوب ہے۔ اس کی پوری تفصیل کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۷۱) کی کتاب ”الفوز الکبیر فی اصول التفسیر“ کا مطالعہ بڑا مفید رہے گا۔ اس سے غرض عبرت و موعظت ہوتی ہے یا اتقان و تشکر کے جذبات کو انگیزت کرنا۔

یہاں پر یہی مؤخر الذکر پہلو ملحوظ ہے کہ وہ ان نعمتوں اور نوازشوں کو یاد کریں جو حق تعالیٰ نے ان پر اور ان کے آباؤ اجداد پر کی تھیں اور سوچیں کہ ان کا تقاضا کیا ہے: انکار اور جود یا احساسِ ممنونیت کے ساتھ اطاعت اور شکر گزاری؟

**عقبہا بذکر الانعامات الخاصۃ علی اسلاف الیہود کسر العنادہم ولجأہم بتذکیر النعم السالفۃ واستمالۃ لقلوبہم بسبہا** (تفسیر کبیر ص ۳۱۵/۱)

**نِعْمَتِی** (میرا احسان، نوازش، انعام و اکرام اور فضل و کرم) ان نوازشات کی لسٹ کافی طویل ہے جو حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر کی تھیں۔

**غلام تھے، صاحبِ اقتدار بنادیئے گئے:**

ہر سمت سے ان پر غلامی مسلط تھی، ذہنی بھی اور سیاسی بھی اقتصادی بھی اور معاشرتی بھی، الغرض: چو مکھی غلامی نے ان کا کچھ مر نکال کر رکھ دیا تھا مگر رب نے فضل کیا اور ان کو ایسی سر زمین کا وارث بنا دیا جو مادی اور روحانی برکتوں کا سرچشمہ ہے۔

**وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِی بَارَكْنَا فِيهَا** (پ ۹. الاعراف. ع ۱۶)

**ان کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے:**

ان کی روحانی اور مادی فلاح و بہبود کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خصوصی اہتمام فرمایا۔

**وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَءِیْلَ** (پ ۲۱. السجۃ ع ۳) **وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَءِیْلَ** (پ ۲. آل عمران ع ۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## اختلافات کے مٹانے کے سامان:

جن امور میں تذبذب، شکوک اور اختلافات رکھتے تھے، خدا تعالیٰ ان پر ان کی صحیح کیفیت واضح فرماتے رہے تاکہ وہ اندھیرے میں نہ رہیں۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقْضُ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ (پ ۲۰۔ النحل ع ۶)

## قدرت کے نمونے ان کو دکھائے:

قدرت کے نادر نمونے ان کو دکھائے تاکہ ان کو ”دولت یقین“ حاصل ہو۔

وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ (پ ۲۵۔ زخرف ع ۶)

ان پر بادلوں کا سایہ کیا: وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (پ ۱۔ بقرہ ع ۶)

من اور سلویٰ کھانے کو عنایت کیا۔ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَىٰ (ایضاً)

فرعون جیسی سیاسی طاقت سے ان کمزوروں کو نجات دے کر اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔

يَبْنِي إِسْرَءِيلَ قَدْ أَنْجَيْنَاكَ مِنْ عَدُوِّكَ (پ ۱۶۔ طہ ع ۲)

ان کے شکنجے سے نکلے تو دریائے راستہ چھوڑ دیا۔

فَاضْرِبْ لَهُم مَّوْجًا مِّنَ الْبَحْرِ يَبَسًا. (ایضاً)

راستہ بھی جیسے شاہراہ، دونوں طرف سے جیسے پہاڑ:

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ (پ ۱۹۔ شعرا ع ۴)

چٹان پر لائھی ماری تو بارہ چشمے پھوٹ نکلے:

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَ نَافِثَةً قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (پ ۱۔ البقرہ ع ۷)

قدرت کے نمونوں کے یہ وہ شاہکار تھے جو صرف بنی اسرائیل نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔

بلکہ اس کے ساتھ اپنی آنکھوں سے فرعون کو غرق ہوتے دیکھا۔

وَإِذْ فَوْقَنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ (بقرہ ع ۶)

وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (پ ۲۰۔ قصص ع ۱)

فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ (پ ۱۶۔ طہ ع ۴)

یہ قدرت الہی کے وہ نمونے تھے جن کے مشاہدہ کے بعد ان کو جذبہ استنان و تشکر کے ساتھ خدا کے حضور جھک جانا چاہئے تھا مگر افسوس! اس کی

ان کو توفیق نہ ہوئی تو قدرت نے عذاب کی شکل میں، ان پر مینڈک، ٹڈی دل، جوئیں اور طوفان مسلط کر دیئے اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنی آنکھوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے دیکھا۔

گویہ عذاب کی شکلیں ہیں، لیکن ان کے مشاہدہ کے بعد ان کی آنکھیں کھل جاتیں تو یہ بھی خدائی انعام کی ایک شکل ہوتی۔  
مقدس تابوت کو فرشتے اٹھا کر ان کو حاضر کرتے ہیں جس میں دل جمعی کے سارے سامان اور مقدس یاد گاریں تھیں۔

إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ  
إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ (پ ۲۔ بقرہ ۲۴۷)

برباد ویرانوں کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے معجزانہ طور پر آباد ہوتے دیکھا:

فَأَمَّا تُوهُ إِلَىٰ طَعَامِكُمْ فَمَا تَبْتَغُونَ قُلْ لَّيْسَ لِي طَعَامٌ مِّنْهُ يَوْمَ ذَا النُّفُورِ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قُلْ لَّيْسَ لِي طَعَامٌ مِّنْهُ  
فَأَنْظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرِبَاتِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَىٰ جَنَازِكَ وَجَنِّعْكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَىٰ الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ  
نَكْسُوهُهَا لَحْيًا قُلْ تَبَيَّنْ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (پ ۳۔ بقرہ ۳۵)

امتحان پر چہ مشاہدہ کیا کہ شکار کے دن مچھلی آتی نہیں، اگلے دن آتیں اور بڑے ٹھاٹھ سے آتیں۔

إِذْ يَعِدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا تَأْتِيهِمْ إِلَّا تَابُهُمْ كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ  
(پ ۹، ۱۰۔ اعراف ۲۱)

ان کو مار کر زندہ کیا، پھر ایک دو کو نہیں ہزاروں کو:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ (پ ۲۔ بقرہ ۲۲۷)

ان کو بندر بنا ڈالا تاکہ عبرت پکڑیں اور آنکھیں کھولیں:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (پ ۱۔ بقرہ ۸۷)

قلم کو دریا کے اٹنے رخ بہتے دیکھا کہ: حضرت مریم کو کس کی سرپرستی میں دیا جائے، چنانچہ وہ حضرت زکریا کے نام پر الٹا نکلا۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَقُولُونَ أَقْلًا مَّهُمْ أَهْلُهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (پ ۳۔ آل عمران ۵۷)

مہد (گہوارہ، جھولے) میں ایک نوزائیدہ بچے کو تقریری کرتے دیکھا:

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا (ایضاً) قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا. وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا  
كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا. وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْ لِّي جَبَارًا شَقِيًّا. وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ  
وَيَوْمَ أُمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا. (پ ۱۶۔ مریم ۲۷)

ہم نے قدرت کے ان خوارق اور معجزانہ نمونوں کی تفصیل اس لئے بیان کی ہے کہ اگر کوئی شخص ان سے استفادہ کرنا چاہے تو یہ بجائے خود خدا کا  
بڑا انعام ہیں، جو بہر حال بنی اسرائیل نے بکثرت مشاہدہ کیے۔ باقی رہا ان کا نتیجہ، سو اس کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی، خلاصہ یہ کہ انہوں نے ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نعمائے الہیہ کو عموماً اپنے حق میں عذاب بنا لیا۔ **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔**

### برتری:

اپنے عہد میں ساری دنیا پر ان کو برتری عنایت کی۔

**وَإِنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (پ ۱۔ بقرہ ع ۵) وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (پ ۲۵۔ جاثیہ ع ۲)**

گویہ بھی ایک آزمائش تھی، بہر حال یہ برتری ان کو ملی۔

**وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَى عِلْمٍ عَلِيمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ۔ وَآتَيْنَاهُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ (پ ۲۵۔ الدخان ع ۲)**

### ان کو کتاب، حکومت اور پیغمبری دی:

اللہ تعالیٰ نے ان کو کتاب عنایت کی، اقتدار کی دولت سے نوازا اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نبوت کا سلسلہ ان میں قائم کیا۔

**وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ (پ ۲۵۔ جاثیہ ع ۲)**

**وَأَوْزَنَّا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ (پ ۲۴۔ مومن ع ۶)**

**يَقُومِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا (پ ۶۔ مائدہ ع ۳)**

**وَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَجَعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ۔ وَنُمَكِّنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ (پ ۲۰۔ القصص ع ۱)**

### رزق فراواں اور عزت:

اقتصادی اور معاشی خوش حالی اللہ کا بہت بڑا کرم ہے بشرطیکہ ایمان کے تابع رہے۔

**وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ (ایضاً)**

**كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي (پ ۱۶۔ لہ ع ۴)**

**فَأَنفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ ط كَلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ**

**مُفْسِدِينَ۔ (پ ۱۔ بقرہ ع ۷)**

آل فراغت کے سارے فطنوں اور نعمتوں کا ان کو وارث بنا دیا۔

**فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ۔ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ۔ كَذَلِكَ وَأَوْزَنَّا بَنِي إِسْرَءِيلَ (پ ۱۹۔ شعراء ع ۴)**

**كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ۔ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ۔ وَنَعْمَةً كَانُوا فِيهَا فَكَيْهِنَ۔ كَذَلِكَ وَأَوْزَنَّا قَوْمًا آخَرِينَ۔**

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(پ ۲۵. الدخان ع ۱)

وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَءِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ (پ ۱۵. بنی اسرائیل ع ۱۲)

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مَبَآئِلَ مُبَوَّآئِ صِدْقٍ (پ ۱۱. یونس ع ۱۰)

اللہ کے نبی ان کی خوشحالی کے لئے دعائیں کرتے رہے:

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ

وَأَرْزُقْنَا وَأَنْتَ خَبِيرُ الرَّازِقِينَ. قَالَ اللَّهُ إِنَّي مُنْزِلُهَا عَلَيْكُمْ (پ ۷. مائدہ ع ۱۵)

ان کے جرموں سے درگزر فرما کر پھر ان پر داد و دہش کی، آل اولاد سے نوازا کہ ایک موثر جتھابن گیا۔

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَخْثَرَ نَفِيرًا (پ ۱۵. بنی اسرائیل ع ۱۴)

انبیاء بنی اسرائیل:

انبیاء بنی اسرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بعض خصوصیات ایسی بھی عطا کی تھیں جو دوسروں کے حصے میں کم آئی ہیں۔ مثلاً مادر زاد

اندھوں، کوڑھیوں وغیرہ کی شفا بخش مسیحائی: مردوں کو زندہ کرنا اور مٹی کے پتلوں میں باذنہ تعالیٰ جان ڈال دینا۔

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِأَذْنِ فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِأَذْنِ وَتُبْرِى الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِأَذْنِ وَإِذْ تُخْرِجُ

الْمَوْتَى بِأَذْنِ (پ ۷. مائدہ ع ۱۵)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تسبیح و تقدیس کے نغمے گاتے تو پرند، چرند اور پہاڑوں تک جھوم اُٹھتے۔

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ. وَالطَّيْرَ فَحُشُورَةً (پ ۲۳. ص ع ۲۴)

يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرُ (پ ۲۲. السباء ع ۲)

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہوائیں مسخر کر دی گئی تھیں۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحُ غَدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوْاحُهَا شَهْرٌ (پ ۲۲. السباء ع ۲)

ان کو پرندوں کی زبان سکھادی گئی تھی۔

وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْنَا مَنَاطِقُ الطَّيْرِ (پ ۱۹. النمل ع ۲)

مچھلی کے پیٹ میں ڈالنے کے بعد زندہ نکال لئے گئے تھے اور وہاں رب کو پکارتے رہے۔

فَالْتَقَبَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ (پ ۲۳. الصفت ع ۵)

فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (پ ۱۷. الانبیاء ع ۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



## تکمیلِ نعمت:

الغرض اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جو جو وعدے فرمائے ایک ایک کر کے وہ سب پورے ہوئے۔

**وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ** (پ ۹. اعراف ۱۶۷)

خصوصاً ان سے فرعون، اس کی غلامی اور استبدادی چیرہ دستیوں سے نجات دلانے، امامت پر فائز کرنے اور جانشینی جیسے مقامِ رفیع کے وارث بنانے کا جو وعدہ کیا گیا تھا اس نعمت کی بھی اب تکمیل ہو گئی: اس وعدے کا ذکر ذیل کی آیت میں آیا ہے:

**وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضِعُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ** (پ ۲۰. قصص ۷۱)

خدا کی ہر بات اچھی ہوتی ہے، **وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ** میں بھی اچھی بات کا ذکر کیا گیا ہے وہ بنی اسرائیل کے سلسلے سے وہ بول اور فیصلے ہیں جو بنی اسرائیل کے مفاد اور اچھے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ امامت اور توحید کی امانت کی وراثت ہے جو بہر حال ایک دفعہ ان کو دے دی گئی۔ کہاں ان کی یہ حالت کہ: ان کا ہر نومولد بچہ چھری تلے رکھ دیا جائے، ان کی بچیوں کو اپنی ضیافت طبع کے لئے زندہ رہنے دیا جائے، بات افراد کی نہیں پوری قوم کی ہے کہ اسے غلامی کے شکنجے میں یوں کس کر رکھ دیا گیا تھا کہ وہ حاکم قوم کے جانوروں کو بھی غلام ہو کر رہ گئی تھی اور اب یہ حالت ہے کہ وہی فرعون ان کے سامنے ذلت کی موت مر رہا ہے، کنعان کی سلطنت ان کی راہ دیکھ رہی ہے، نحرے یہ ہیں کہ جنگلوں میں بھی جہاں کچھ نہیں ملتا وہاں خدا ان کا میزبان ہے۔ پکا پکا یا من سلویٰ اتر رہا ہے، اور رہنے کو خدائی ساتبان سایہ فگن ہے، الغرض: غلامی کی ذہنیت اور کوفت دور کرنے کے لئے اب (۱) غلامی کے بدلے شاہزادگی جیسے چونچلے ہیں (۲) غلامانہ بیگار اور محنت کے بجائے ان میں مجاہدانہ اسپرٹ پیدا کر کے ان کو اپنی دنیا آپ بنانے کا خوگر بنایا جا رہا ہے۔ بس ان سے کہا جا رہا ہے کہ: اے بنی اسرائیل! کچھ تو سوچو! میرے ان احسانوں کو ہی یاد کرو جو میں نے تم پر کیے تھے۔

**أَوْفُوا بِعَهْدِي** (مجھ سے جو عہد اور قول و اقرار ہے، تم پورا کرو) **وَفِي** کے معنی (پورا کیا) کے ہیں اور **أَوْفَى** کے معنی ہیں ”پورا پورا دیا ہے“ اور **وَإِنِّي** پوری چیز کو کہتے ہیں، جس میں کمی بیشی قطعاً نہ ہو۔ **وَفِي** (پورا کیا اور پورا پورا چکا دیا) **تَوَفَّى** (روح کو قبض کیا اور مدت پوری کی) **مَتَوَفَّى** (پوری مدت کروں گا) الغرض: وف، ی کے مادے میں ”پورا ہونا“ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: مجھ سے جو قول و قرار کیا ہے، اسے پورا کرو، کمی بیشی سے اس کی روح کو داغ دار نہ کرو۔

**عہد**۔ عہد کے اصلی معنی ذمہ، ضمان، وصیت، پیمان، میثاق شاہی فرمان اور دوستی کی پیہم نگہداشت کرنے کے ہیں، یعنی وہ بات جو فریقین نے باہم طے کی ہے جس کا تصور ان کے ذہنوں میں ہے۔ اس کی پوری پوری حفاظت کرنے کو کہتے ہیں۔ عہد اور میثاق کو مزید موگد کرنے کے لئے بعض اوقات حلف بھی اٹھاتے ہیں۔ اسے ”موگد عہد یا میثاق اور حلف یا مخالفہ بھی کہتے ہیں۔ علماء لکھتے ہیں کہ: عہد سے مراد کبھی وہ صلاحیت اور استعداد ہوتی ہے جو اللہ نے عقلوں میں ودیعت فرمائی ہے، کبھی وہ احکام ہوتے ہیں جو کتاب و سنت کی طرف سے عائد کیے جاتے ہیں، بعض وہ ذمے ہوتے ہیں جو انسان خود اپنے اوپر لازم کرتے ہیں جیسے نذریں اور بعض وہ عہد ہوتے ہیں جو معاہدہ کی شکل میں اختیار کیے جاتے ہیں۔ گو یہاں یہ سب ممکن ہیں تاہم، ہم مؤخر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



الذکر کی تفصیلات آپ کے سامنے رکھتے ہیں کہ یہ زیادہ معروف ہے۔

## میثاق اور معاہدات

قرآن وحدیث میں ان معاہدات کی کچھ تفصیل آگئی ہے جو بنی اسرائیل نے خدا سے کیے تھے۔

## اللہ کی غلامی اور لوگوں سے حسن معاملہ:

حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے ایک یہ عہد لیا تھا کہ توحید پر قائم رہیں، صرف اس کی عبادت اور غلامی کریں، والدین اقربا، یتیموں، مسکینوں سے اچھا سلوک اور معاملہ کریں، لوگوں سے اچھی گفتگو کریں، کہنا ہو تو ان سے اچھی بات کہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیتے رہا کریں۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (پ ۱، بقرہ ع ۱۰)

## انبیاء پر ایمان اور ان سے تعاون:

ان کا یہ بھی معاہدہ تھا وہ اللہ کے رسول پر ایمان لائیں گے اور ان سے تعاون کریں گے۔

وَأَمْنُكُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُ (پ ۶، المائدہ ع ۳) وَلَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رَسُولًا (پ ۶، المائدہ ع ۱۰) وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (پ ۲۷، الحدید ع ۱)

## احکام الہی کی سچی پابندی:

جو آسمانی کتاب ان پر نازل ہوئی ہے، عہد لیا گیا تھا کہ وہ اس کا دامن تمام کر رکھیں گے اور اس کے اسباق بھولیں گے نہیں۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَادْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (پ ۱، بقرہ ع ۸)

## خدا کی طرف حق کی بات منسوب کریں:

جیسے لوگوں کا طریقہ ہے کہ جو بات دل کو اچھی لگی یا جس سے انسان کی اپنی غرض متعلق ہوئی اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں تاکہ اسے قبول عام حاصل ہو یا اپنا الو سیدھا ہو، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ بھی ایسے کام نہ کیا کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف وہ بات منسوب کریں جو حق ہو اور صرف حق تھی۔

أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ (پ ۹، اعراف ع ۲۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## حق کی نشر و اشاعت:

اللہ کی طرف سے اُن پر جو حق نازل ہوا اور جو تورات اور انجیل میں موجود ہے اس کے بارے میں حکم ہوتا ہے کہ صرف اسے تھام کر نہیں چلنا بلکہ اسے کھول کھول کر لوگوں کو بتانا بھی ہے۔

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ (پ ۴۔ آل عمران ع ۱۹)

## خونریزی اور جلاوطن کرنے سے پرہیز:

ان سے یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ قتل ناحق اور لوگوں کو گھر سے بے گھر کرنے سے بھی پرہیز کریں گے۔  
وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَسْهَوُونَ (پ ۱۔ بقرہ۔ ع ۱۰)

## سجدہ شکر:

فرمایا کہ جب شہر میں داخل ہوں تو سجدہ شکر کے ساتھ داخل ہوں۔  
وَقُلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (پ ۶۔ النساء ع ۲۲)

## حکم سے تجاوز نہ کریں:

فرمایا کہ ہفتے کے دن مچھلی کے شکار سے پرہیز کریں۔  
وَلَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا (پ ۶۔ النساء ع ۲۲)

## خدا سے سودا:

یہ لوگ جان و مال خدا کی راہ میں لڑائیں گے، خدا ان کو جنت عطا کرے گا، ان کے لئے فوز و فلاح کی بشارت ہے۔  
إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَغَدَاً عَلَيْهِ حَقٌّ فِي الثَّوْرَةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ط وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. (پ ۱۱۔ التوبة ع ۱۵)

## کان لگا کر سنو:

ان سے قول و اقرار لیا گیا کہ خدا کی باتیں غور سے سنیں گے یعنی سنیں گے تاکہ تعمیل کریں۔  
خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا (پ ۱۔ بقرہ۔ ع ۱۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## اپنا عہد پورا کرو:

بات کر لینا آسان ہے، اس کا پورا کرنا کاردار ہے، اس لئے ان سے فرمایا کہ عہد کر کے پورا بھی کیا کرو۔  
وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا (پ ۱۴۔ النحل ع ۱۳)

## متاع قلیل اور عہد:

فرمایا: متاع قلیل کی خاطر رب کے معاہدے ضائع نہ کیا کرو۔

وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

## سوت کات کر توڑو نہیں:

معاہدہ کر کے خود ہی اس کے نیچے نہ ادھیڑو، جیسے عورت سوت کات کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَقَضَتْ غَزْلَهُمَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا (ایضاً)

أَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ (جو قول و قرار میں نے تم سے کیا ہے، میں پورا کروں گا) کیونکہ اللہ کے سب وعدے سچے ہیں اور وہ بات کا ہمیشہ پکا اور سچا

ہے۔

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا (پ ۵۔ النساء۔ ع ۱۵)

## معاہدہ کا فائدہ:

رب سے جو معاہدہ کیا جاتا ہے وہ خسارے کا سودا نہیں ہوتا، منافع ہی منافع ہوتے ہیں کیونکہ اس کے صلے میں جو عطا ہو گا، لازوال ہو گا۔

إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ۔

## ثابت قدم رہے تو:

اگر معاہدہ پر ثابت قدم رہے تو صلہ پورا کے بجائے اور زیادہ ملے گا۔

وَلِيَجْزِيَ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

## اچھی اور پاک زندگی:

جس نے اس سلسلے میں بہتر کردار پیش کیا ان کو پاک اور اچھی زندگی عطا کی جائے گی۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْفَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (ایضاً)

گویہ آیات عام ہیں تاہم ”عہد اللہ“ کے سیاق میں ذکر کی گئی ہیں، اس لئے اس لحاظ سے یہ غیر متعلق بھی نہیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## جنت عطا کرے گا:

یہ عنایاتِ الہی صرف دنیوی زندگی تک محدود نہیں بلکہ پچھلی غلطیوں سے درگزر فرما کر جنت کا بھی وارث بنادے گا۔

لَا كُفْرَانَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دُخْلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ط (پ ۶۔ المائدہ۔ ع ۳۷)

## اللہ کی معیت:

حق تعالیٰ کی معیت، ملاک الامر کی حیثیت رکھتی ہے، جو لوگ معاہدہ کی پابندی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی معیت ان کو حاصل ہو جاتی ہے۔

قَالَ إِنِّي مَعَكُمْ (پ ۶۔ المائدہ۔ ع ۳۷)

إِنِّي أَنَا فَارَهُبُونَ (خاص مجھ سے ڈرو) مقصد یہ ہے کہ: ایفائے عہد کے سلسلے میں بظاہر جو مشکلات نظر آتی ہیں یا بظاہر جن نقصانات کا اندیشہ

ہے اس کی پروا نہ کرو، اگر کوئی اندیشہ سود مند ہو سکتا ہے تو وہ صرف خدا کا ڈر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## خدا محفوظ رکھے آدمی کو نفس کے شر سے

عبدالرحمن عاجز مالیر کوٹلوی

### خدا محفوظ رکھے آدمی کو نفس کے شر سے

دھڑکتے دل، لرزتے پاؤں سے اور دیدہ تر سے	مرے آقا، ہوئے ہم اس طرح رخصت ترے گھر سے
کھلے گلاب نیا اک باب پھر راہِ شہادت کا	لکھیں گے اک نئی تاریخ ہم پھر نوکِ خنجر سے
ہمیشہ شادماں رہتا ہوں میں اپنے مقدر پر	شرف حاصل ہوا ہے مجھ کو یہ حسنِ مقدر سے
اگرچہ بزمِ عالم میں بڑے اقسام ہیں رکے	حقیقت میں نہیں کوئی بڑا شرِ نفس کے شر سے
نہیں کوئی بھی در ایسا جہاں امید بر آئے	مرے آقا! اگر مایوس میں لوٹا ترے در سے
ذرا بھی ڈر کسی بھی شے کا اب دل میں نہیں میرے	ہوئی حاصل مجھے یہ شے مرے مولا ترے ر سے
یہ محبوبِ خدا دائم دعا کرتے تھے خطبوں میں	خدا محفوظ رکھے آدمی کو نفس کے شر سے
شبِ تاریک میں صحرانوردی سے جو ڈرتا ہے	وہ پھر ڈرتا نہیں کیوں قبر کے پُر خوفِ منظر سے
کوئی جنت میں جائے گا کوئی دوزخ میں جائے گا	رواں ہوگی خلأقی اس طرح میدانِ محشر سے
کرے گا اس سے پھر اعراض اللہ کا پیہر ﷺ بھی	کیا اعراض جس انساں نے اقوالِ پیہر سے
اگر ایماں ہے تیرا حساب یومِ محشر پر	
تو کیوں بے فکر ہے عاجز حساب یومِ محشر سے	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

السنة والحدیث

## عالم اسلام کے سیاسی سربراہوں کے نام

(قسط ۱)

فروری ۱۹۷۲ء میں عالم اسلام کے سیاسی رہنما اور حکمران پاکستان میں تشریف لائے تو ملک کے اطراف و اکناف سے ان کے نام ”پیغامات تہنیت“ کے ہدیے پیش کئے گئے تھے۔ لیکن ہم نے سچی خیر خواہی کے جذبے سے ان کی خدمت میں اس کے بجائے رسول رب العلمین محمد رسول اللہ ﷺ کے ان پیغامات عالیہ کا ہدیہ پیش کیا تھا، جو عالم اسلام کے ان سربراہان مملکت کو ”دعوت مطالعہ“ دیتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اس سے بڑھ کر ان کے لئے اور کوئی نذرانہ عقیدت نہیں تھا۔

ماہنامہ محدث کے مدیر شہیر جناب مولانا حافظ عبد الرحمن مدنی کی خواہش پر آج ہم ان کو معمولی سی ترمیم اور حک و اضافہ کے ساتھ مکرر بہ ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ ترجمہ، ترجمہ کے بجائے ترجمانی تصور فرمائیں۔ یہاں ہر حدیث کے ذیل میں ہم نے مختصر سے تشریحی نوٹ بھی دے دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے!

عزیزی زبیدی۔ واربرٹن

## وقت کے خلفاء اور سلاطین کے نام

### رسول اللہ ﷺ کی چالیس حدیثوں کا پیام

ہم نے اپنے معزز مہمانوں یعنی عالم اسلام کے سلاطین اور بادشاہوں کے لئے رسول کریم ﷺ کے ارشادات میں سے چالیس حدیثیں جمع کی ہیں، یہ ان کے لئے حجت اور دلائل و براہین ہیں جو سیدھی راہ چلانا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ ہمیں اور ان کو ان سے استفادہ کرنے کی توفیق دے بے شک وہ رؤف اور رحیم ہے۔

۱. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

يَقْبِضُ اللَّهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمُوتَ بِمِيزَانِهِ ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْبَلَكُ أَيْنَ مُلْكُ الْأَرْضِ؟

(الصحيح للبخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ:

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے گا اور اپنے داہنے ہاتھ میں آسمانوں کو لپیٹے گا پھر فرمائے گا: بادشاہ میں ہوں، دنیا کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



بادشاہ کہاں ہیں؟

اس سے مفصل روایت حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے، فرماتے ہیں، حضور کا ارشاد ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے داہنے ہاتھ میں لے گا پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبارہ، کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟ پھر ساری زمینوں کو لپیٹ (کر) اپنے بائیں ہاتھ میں (لے گا) پھر فرمائے گا:

بادشاہ میں ہوں، جبارہ اور متکبر لوگ کہاں ہیں؟

کہنا یہ ہے کہ:

سچا بادشاہ وہ ہے، جس کی مٹھی میں یہ سب کچھ ہے، وہ بادشاہ کیسا بادشاہ جو چار اٹے سیدھے اور غلط سلط چند ووٹوں اور چند بندوں کے رحم و کرم اور تعاون کا نتیجہ ہو؟ یا وہ بادشاہی، کاہے کی بادشاہی جس کی اپنی قسمت بھی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ کوئی بنائے تو بادشاہ ورنہ گدا۔ یہ تو چام کے دام چلانے والی بات ہوئی، بادشاہی کیسی؟ بہر حال یہ سب مجبور بندے ہیں، چلو پھر پانی میں یوں ابھر کر نہ چلیں کہ دیکھنے والے کو ہنسی آجائے۔ ہاں اگر حقیقی بادشاہ اور سچی بادشاہی کا نظارہ کرنا ہو تو، سچے خدا کو دیکھو، جس کی مٹھی میں زمین و آسمان اور مافیہا کی ہر شے ہے، اس لئے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے آخر میں فرمایا:

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ

انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی!

۲. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْتَى الْأَسْمَاءُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ اللَّهِ رَجُلٌ يُسَمَّى مَلِكُ الْأَمْلَاكِ (الصحيح للبخاری)

وفی روایۃ مسلم

أَغْبِظُ رَجُلًا عَلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَخْبَثُهُ رَجُلٌ كَانَ يُسَمَّى مَلِكُ الْأَمْلَاكِ لَا مَلِكَ إِلَّا اللَّهُ

فرمایا: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

قیامت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ شرم وہ شخص ہو گا جس کا نام ”شہنشاہ“ ہو گا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ: قیامت میں اللہ تعالیٰ کو جس شخص پر سب سے زیادہ غصہ آئے گا اور جو (اس کے حضور) سب سے بڑھ کر ناپسندیدہ شخص قرار پائے گا، وہ شخص ہو گا جو شہنشاہ کہلائے گا، حالانکہ سچی شاہی تو صرف خدا کے لئے ہے۔ جو بادشاہ کہلاتے ہیں، وہ بھی

برعکس نام نہند زنگی کا فور

کے مصداق اس کے اہل نہیں ہیں چہ جائے کہ وہ بادشاہوں کے بادشاہ بھی کہلائیں۔ لیکن اس عظیم حقیقت کے باوجود جو شخص پھر بھی شہنشاہ کہلاتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے، اس سے بڑھ کر قیامت میں ”قابلِ شرم“ اور کوئی نہیں ہو گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۳. عن شریح بن ہانی عن أبیه أَنَّهُ لَهَا وَقَدْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يُكْتَنُونَ بِأَبْنِ الْحَكَمِ فَذَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:  
إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ وَإِلَيْهِ الْحَكَمُ.....

قَالَ فَأَنْتَ أَبُو شَرِيحٍ (ابو داؤد والنسائی)

شریح بن ہانی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

جب وہ اپنی قوم کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو سنا کہ وہ لوگ ان کو ”ابو الحکم“ کی کنیت سے پکارتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلا کر کہا:  
یقین کیجئے! حکم (جس کا حکم چلتا اور فیصلے مانے جاتے ہوں) صرف اللہ ہے اور حکم کا ماخذ اور مرجع بھی وہی ہے۔ اور فرمایا: تو اب آپ ابو شریح ہیں۔

یہ ایک طویل حدیث کا خلاصہ ہے، اس میں ہے کہ: آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں ”ابو الحکم“ کیوں کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ لوگوں کے مقدمے میرے پاس آتے ہیں، تو میں ان کے فیصلے کرتا ہوں۔ اور فریقین اس پر خوش ہو جاتے ہیں (اس لئے مجھے ابو الحکم کہتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ: آپ کی یہ پوزیشن کیا ہی اچھی ہے، پھر فرمایا: تو ہاں آپ یہ بتائیں کہ آپ کے کتنے لڑکے ہیں؟ کہا جناب! شریح، مسلم اور عبد اللہ! پھر پوچھا کہ ان میں سب سے بڑا کون ہے؟ کہا: شریح۔ آپ نے فرمایا تو پھر آپ ”ابو شریح“ ہیں!

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فیصلہ آخری سمجھا جاتا تھا۔ گویا کہ اس کی رائے کو قانونی درجہ حاصل تھا اور لوگ اسے احکام کا ماخذ تصور کرتے تھے لیکن اسلام میں یہ پوزیشن صرف خدا کی ہے اور کسی کا نہیں، رسول کا مقام بھی ”تمیین“ ہے ”تشریع“ نہیں ہے۔ گو اتباع کی حد تک اس ”فرق“ کو ملحوظ رکھنا ہمارا کام نہیں ہے تاہم عقیدے کی حد تک ہمیں اجمالاً یہ یقین رکھنا ہو گا کہ: حضور کا فریضہ ”تشریع“ ہے ”تشریع“ نہیں ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی اس ذہنیت کی اصلاح فرما کر اس کی کنیت بدل دی۔ اتفاق سے جو بات تھی کنیت بھی ویسے بن گئی، یعنی اب اس پوزیشن ”صورتِ حال کا تجزیہ“ اور پھر اس کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلوں کی روشنی میں فتوے دینا ہے اور بس!

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی فرد یا اسمبلیوں کو قانون سازی کا حق حاصل نہیں ہے اور نہ ہی ان کو ”قانون ساز ادارہ“ یا ”دستور ساز اسمبلی“ کہنا جائز ہے۔ کیونکہ ان کے ذمے صرف ”تمیین اور تشریح“ ہے تشریع نہیں ہے۔

۴. وَفِي الْأَثَارِ - إِنَّ آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ دَخُولًا فِي الْجَنَّةِ سُلَيْمَانُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَلِكِهِ -

روایات میں آیا ہے کہ:

بہشت میں سب نبیوں کے بعد حضرت سلیمان (علیہ السلام) داخل ہوں گے کیونکہ انہوں نے بادشاہی کی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گو انبیاء علیہم السلام بادشاہت کے باوجود، خدا کے عبد اور بے داغ فقیر ہوتے ہیں، تاہم یہ جھولاجھولنے کو ان کو مل ہی گیا۔ بس اتنی سی ارزانی کا یہ نتیجہ ہے کہ: بہشت میں وہ سب سے آخر میں جائیں گے۔ اس کے علاوہ ان کو حساب بھی دینا ہو گا اور وہ سارے ملک اور ساری ملت کا دینا ہو گا اور وہ کافی لمبا ہو گا۔ اس سے فارغ ہوں تو بہشت میں بھی جائیں۔ اس لئے دیر ہو جائے گی۔ یہ اس بادشاہ کا حال ہے، جو شاہانہ دلچسپیوں اور ٹھٹھ باٹھ جیسے خمار سے پاک اور منزہ تھے، لیکن جو بادشاہ اور حکمران اقتدار کے نشے میں چور ہو کر خدا کو بھی بھول بیٹھے ہیں، ان کا کیا حال ہو گا؟ اس کا اندازہ آپ خود فرمائیں۔

۵. **وقال صلى الله تعالى عليه وسلم يوماً لعبد الرحمن بن عوف رضى الله تعالى عنه ما لطأ بك عني يا عبد الرحمن؟ قال وما ذاك يا رسول الله؟ فقال:**

**لطأ بك عني يا عبد الرحمن؟ قال وما ذاك يا رسول الله؟ فقال:**

**انك اخراصا بي لحو قاي يوم القيمة فأقول ما حبسك عني؟ فيقول:**

**المال: كنت محاسبا محبوباً حتى الآن (رواه محمد في الاكتساب في الرزق المستطاب)**

**وفي مسند احمد: يدخل عبد الرحمن بن عوف الجنة زحفاً۔**

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ سے فرمایا:

اے عبد الرحمن! آپ کو مجھ سے پیچھے کس چیز نے رکھا ہے؟

وہ بولے: کیا بات ہے حضور!

آپ نے فرمایا: قیامت میں آپ سب سے بعد مجھ سے آکر ملیں گے تو میں کہوں گا کہ آپ کو مجھ تک پہنچنے سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟

آپ جواب دیں گے (حضور) مال نے! اب تک اس کے حساب کتاب میں گرفتار رہا ہوں۔

(اسے امام محمد نے اپنی کتاب الاکتساب فی الرزق المستطاب میں روایت کیا ہے)

مسند احمد میں یہ بھی روایت آئی ہے کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف گھٹنوں کے بل چل کر بہشت میں داخل ہوں گے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف عظیم صحابی ہیں جن کا تعلق عشرہ مبشرہ سے ہے۔ اور میری میں فقیری کی تھی۔ لیکن مال دار تھے، جس کا نتیجہ

یہ نکلا کہ سب کے بعد آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا ملیں گے کیونکہ حساب لمبا دینا پڑ جائے گا۔

جو لوگ مال دار ہونے کے ساتھ بے خدا بھی جیتے ہیں، ان کا کیا حشر ہو گا؟ بتانے کی ضرورت نہیں ہے، واضح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاز لطف و آرام سے بھی کتراتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ:

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینے کو پانی مانگا تو آپ کو شہد کا شربت پیش کیا گیا، فرمایا شربت تو بڑا مزے دار ہے لیکن میرے

کانوں میں آواز آرہی ہے کہ اللہ میاں نے ایک ایسے گروہ کے کر تو توں کا ماتم کیا ہے جو اپنے نفس کا غلام تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

**محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ**

کہ (ان سے کہا جائے گا)

تم اپنی دنیا کی زندگی میں اپنے مزے اڑا چکے اور ان سے پوری طرح لطف اندوز ہو چکے (تو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی)  
اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ بھی جلدی جلدی کہیں دنیا ہی میں نہ چکا یا جا رہا ہو، چنانچہ اسے نہ ہی پیا۔  
گویا کہ مالدار اور حکمران کو عیش و آرام کے جو وسائل مہیا ہوتے ہیں وہ بالآخر ان کے لئے اخروی لحاظ سے بڑا فتنہ ثابت ہو سکتے ہیں، خاص کر جو حکمران قومی خزانہ اور وسائل سے کھیلتے رہتے ہیں، ان کو ضرور سوچنا چاہئے کہ کل ان کا کیا حشر ہو گا؟

۶. عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالٍ حَصِيدٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَكِبًا عَلَى وَسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لَيْفٌ۔  
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ادْعُ اللَّهَ فَلْيُوسِّعْ عَلَيَّ أَمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ قَدْ وَسَّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّهَ۔  
فَقَالَ: أَوْفِي هَذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ أُولَئِكَ قَوْمٌ عَجَّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ (الصحيح للبخاری والصحيح لمسلم)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں حضور کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا جب آپ کھجور کے بوریے پر لیٹے ہوئے تھے، آپ کے جسم اطہر اور کھردرے بوریے کے درمیان بچھونا (کپڑا) تک نہیں تھا۔ (چنانچہ) بوریے کے نقش و نگار کے نشان آپ پر پڑ گئے تھے جبکہ آپ ایک یا سے چمڑے کے سرہانے کا تکیہ کیے ہوئے تھے جس میں کھجور کا حال بھرا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا: حضور! آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر فراخی کرے (دیکھئے جناب) فارس اور روم، باوجودیکہ وہ غیر اللہ کے پجاری ہیں اور ان پر خوب فراخی کر دی گئی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

اے عمر! کیا آپ ابھی تک اسی مقام میں ہیں؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا کی زندگی میں ہی چکا دیا گیا ہے۔ (بخاری، مسلم)  
مقصد یہ ہے کہ جن بے خدا لوگوں کو کروفر اور عیش و آرام حاصل ہے وہ لوگ قابلِ رشک نہیں، محلِ عبرت ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سید مہر حسین بخاری۔ میانوالی

## قرآن مجید اور سائنس

قرآن حکیم انسان کے لئے مکمل ہدایت ربانی ہونے کی وجہ سے اس کی اخلاقی و روحانی ترقیوں کا ضامن ہے اور بلاشبہ اس کی جملہ مادی اور جسمانی ضرورتوں کا کفیل بھی۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بجائے کہ ”اگرچہ سائنس میں قرآن نہیں لیکن قرآن میں سائنس ضرور موجود ہے۔“ کیونکہ موجودہ سائنس نے مادہ کا گہرا مشاہدہ اور اس پر غور و فکر کر کے ظاہری طور پر توحیرت انگیز ترقی کی ہے لیکن اس کے گمراہ کن نظریات نے روحانی اور اخلاقی انحطاط کی پریشان کن صورت حال پیدا کر دی ہے جس سے یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ مذہب اور سائنس باہم متضاد ہیں حالانکہ نظریاتی اختلاف صرف اس وجہ سے ہے کہ سائنسی نظریات قائم کرتے وقت خدائی ہدایت ”قرآن حکیم“ اور ”سنت رسول“ سے بے نیازی برتی جاتی ہے جس کے نتیجے میں لا دین فلسفہ ”علمی ترقی“ کے نام پر سامنے آتا ہے حالانکہ افکار و نظریات کے باب میں آخری رہنما صرف ”وحی الہی“ ہی ہو سکتی ہے۔ (مدیر)

معاشرتی زندگی کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات اور مسائل میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا۔ ان ضروریات کی تکمیل اور مسائل کے حل کے لئے مختلف علوم و فنون وجود میں آئے۔ اس کی ایک عام فہم مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ انسان کی ایک بنیادی ضرورت ”خوراک“ تھی۔ اسے اس ضرورت کی تسکین پودوں سے حاصل ہوئی۔ اس نے شدت سے محسوس کیا کہ جب تک وہ پودوں میں موجود خوراک سے پورا پورا استفادہ نہیں کرتا اس کی یہ بنیادی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس نے مختلف فصلیں اگائیں۔ آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس امر کی ضرورت پیش آئی کہ فصلوں کو زیادہ اور بہتر طور پر اگایا جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ پودوں کی زندگی کا مربوط اور منظم مطالعہ کیا جاتا۔ چنانچہ انسان نے نباتات کی زندگی کا منظم اور مربوط طریق پر مطالعہ شروع کر دیا اور اس طرح ایک علم وجود میں آیا جسے ’علم نباتات‘ (Botany) کہتے ہیں۔

ایسے ہی اس نے محسوس کیا کہ کھانے کے ساتھ ساتھ اسے لباس کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس نے فصلوں اور پودوں کو بطور خوراک استعمال کرنے پر اکتفاء نہیں کیا۔ اس کی عقل سلیم نے اسے بتایا کہ کپاس سے کپڑا تیار کیا جاسکتا ہے اور اس طرح انسان کی یہ بنیادی ضرورت بھی پوری ہو سکتی ہے۔ اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ کپاس سے کپڑا کیسے بنایا جائے؟ اس مسئلے کا حال انسان نے کھڈی سے کیا مگر یہ کھڈیاں روز افزوں آبادی کا ساتھ نہ دے سکیں اور انسان کے لباس کی ضروریات سے عہدہ برآ نہ ہو سکیں۔ چنانچہ ٹیکسٹائل ملوں کا وجود عمل میں آیا۔ ٹیکسٹائل مل کیسے لگائی جائے؟ اس میں کون کون سی معدنیات استعمال ہو سکتی ہیں اور کون سی دھات سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتی ہے؟ اس کا متجسس ذہن مختلف تجربات و مشاہدات کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ لوہا اور فولاد اس سلسلے میں سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے جب انسان لوہے سے اتنی بڑی خدمت لینا چاہتا تھا اس کے لئے اس کی ترکیب، ماہیت اور طبعی و کیمیائی خصوصیات سے آگاہ ہونا ضروری تھا۔ ایسے ہی دیگر ضروریات کی تکمیل اور مسائل کے حل کے لئے ایک ایسے علم کی ضرورت پیش آئی جو مادہ کی ترکیب، ماہیت اور خواص سے بحث کرے اسے کیمیا (Chemistry) کا نام دے دیا گیا جو سائنس کی اہم شاخ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



گویا انسانی ضروریات اور مسائل میں وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ جو بتدریج اضافے ہوتے رہے۔ ان کی تسکین و تکمیل اور حل کے لئے مختلف علوم، علم نباتات، علم حیوانات، علم کیمیا، علم نجوم، علم طبیعیات وغیرہ وجود میں آئے۔ ان علوم کو انسان سائنسی علوم سے تعبیر کرتا ہے۔ ایسے ہی علم سیاسیات، علم تاریخ، علم شہریت اور تمام دیگر معاشرتی و عمرانی علوم انسانی ضروریات کی تکمیل کے لئے انسانی کوشش و کاوش کا نتیجہ ہیں۔ لیکن علوم کی اس قدر بہتات اور فراوانی کے باوجود انسانی مسائل بدستور جنم لیتے رہے اور لیتے رہیں گے۔ اور ایسے علوم معرض وجود میں آئے اور آتے رہیں گے مگر یہاں ہمارے مد نظر وہ علوم ہیں جو سائنسی علوم گردانے جاتے ہیں۔ اور سائنس کی ہی شاخیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو اس قدر ضرورت مند بنادیا کہ اس کی ضروریات نئی ضروریات کو اور اس کے مسائل نئے مسائل کو جنم دیں، تو اس قدر مطلق نے ساتھ ہی ایک ایسی کتاب بھی بھیجی جو انسانی ضروریات کی تکمیل اور ہر دور میں پیدا ہونے والے مسائل کے حل کرنے میں رہنمائی کر سکے اور اس کتاب کو ”الکتاب“ کا نام دیا۔ قرآن میں ہے:

اَلَمْ - ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ .

یہ ایک فطری تقاضا تھا کہ جس خالق نے انسان کو طبعاً و فطرتاً مختلف ضروریات و حاجات کا (حاجت مند اور ضرورت مند پیدا کیا اور پھر اس کے لئے گونا گوں مسائل بھی پیدا کر دیئے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے تمام انسانی مسائل کا حل اور تمام انسانی ضروریات و حاجات کی تسکین و تکمیل کے لئے راہنمائی کا بندوبست بھی خود کر دیا۔ بالفاظ دیگر تمام ممکنہ علوم اس کتاب میں رکھ دیئے۔ ”لَا رُطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كُتُبٍ مَّبِیْنٍ“ کی فضیلت صرف اسی کتاب کے حصہ میں آئی۔

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے مسلمان مختلف ادوار میں اس الہامی کتاب سے استفادہ کرتا رہا۔ اور اسی سے اپنے روحانی، مادی، جسمانی، طبعی ہر قسم کے انسانی مسائل کا حل تلاش کرتا رہا۔ لیکن دوسری طرف ایک وہ طبقہ تھا جو مذہب کے نام پر صرف روحانی اور اخلاقی علوم میں منہمک ہو گیا۔ مختلف سائنسی علوم پر نہ صرف خود نظر نہ کی بلکہ اسے دین و مذہب سے متصادم قرار دے کر مذہب اور سائنس کو برسرِ پیکار کر دیا گیا اس طرح سے دین و دنیا کی تفریق کر دی۔ ان کے پراپیگنڈے کے نتیجے میں قرآن کریم صرف اخلاقی اور روحانی علوم کی کتاب قرار پائی۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس کے پس پشت ایک ایسا ہاتھ نظر آتا ہے جو ابتدا سے ہی قرآن مجید کی عالمی صداقت کو ماننے سے انکار کر چکا تھا۔ اس کے زہریلے پروپیگنڈے نے چند خام ذہن اور سادہ لوح مسلمانوں پر بھی اثر کیا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنی سادہ لوحی اور کم علمی کی بناء پر درسِ خواندہ کو دہرانا شروع کر دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آج کے نام نہاد ترقی یافتہ سائنسدان خود انہیں مسلمان سائنسدانوں اور فلاسفروں کے خوشہ چیں اور شاگرد ہیں جن کی سائنسی ترقی میں بڑا ہاتھ خود قرآنی تعلیمات کا ہے۔ انہوں نے قرآن سے استفادہ کی بنیاد پر انسانی تجربات اور تحقیقات کے نتیجے میں بے مثل اصول پیش کر کے اہل دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ البتہ غیر مسلم سائنسدانوں کی توجہ صرف مادہ کی ظاہری شکل و صورت، بناوٹ، ترکیب اور خواص پر ہی رہی اور یوں غیر مسلم انسان تصویر کے خدوخال کی عمدگی اور حسن و جمال میں کھو کر خود ”تصویر“ بن گیا۔ مگر مصوّر حقیقی کے فن مصوّر کو داد و تحسین پیش کر کے خود کو اس کا بندہ و غلام نہ بناسکا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



کہ اس نے مادہ سے متعلق علوم میں تو کافی حد تک دسترس حاصل کر لی مگر اخلاقی و روحانی علوم سے بے بہرہ رہا۔ اسی خالص مادیت کے نتیجے میں بے خدا ترقی کو دو مرتبہ دو عظیم جنگوں کی ہولناکیوں اور فتنہ سامانیوں کا سامنا ہوا لیکن اس کے باوجود سامراج اپنی مادیت کو فکری محاذ پر مسلط رکھنے کے لئے اس کوشش میں ہے کہ مسلمانوں کے اذہان سے اس کتاب کی عظمت و افادیت محو کر دی جائے تاکہ مسلمان ایک رہنما اور منظم قوم کی صورت میں نہ ابھر سکیں۔ ان کے اذہان میں یہ زہر بھی گھولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ یہ کتاب مادی وسائل کا حل پیش نہیں کرتی بلکہ صرف اخلاقی اور روحانی مسائل سے بحث کرتی ہے۔ چنانچہ وہ خام ذہن جس میں ابھی اس کتاب مبین کی حقیقی اہمیت اور افادیت راسخ نہیں ہوئی تھی اس نے اس مقدس کتاب کو اس حد تک تو ضرور اہمیت دی کہ اسے اپنے گھروں میں بطور خیر و برکت کے جگہ دی مگر اس سے عملی فائدہ نہ اٹھاسکا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس نے مادی پہلو تو بچائے خود چھوڑا لیکن صحیح روحانی اور اخلاقی اقدار کو بھی باقی نہ رکھاسکا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں وہ مادی ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گیا وہاں ایمان و یقین کی دولت سے بھی تہی دامن ہو گیا۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جس قوم کو نیست و نابود کرنا ہو اس کی ماضی کی تاریخ کو اس کی نظروں سے اوجھل کر دو۔ وہ قوم خود بخود صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی۔ دشمن سیاستدانوں نے یہی اصول مسلمانوں پر آزمایا۔ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی ماضی اس کتاب سے وابستہ ہے۔ ماضی میں جو فتوحات، علمی و اقتصادی ترقی ہوتی رہی اور جس بنا پر مسلمان دنیا کی فاتح اور کیمیا گر قوم بن گئے وہ دراصل اسی مقدس کتاب کی تعلیم و تدریس ہی کی بدولت تھی۔ چنانچہ مکار و دشمن نے سب سے زیادہ جو کوشش کی وہ یہی تھی کہ قرآن مجید کی جامع افادیت مسلمان کے ذہن سے ہمیشہ کے لئے محو کر دی جائے۔ اگر آج بھی اس مقدس کتاب کی صحیح تعلیم و تدریس کا تسلی بخش اہتمام کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اب بھی مسلمانوں میں جابر بن حیان، الخوارزمی، البیرونی اور غزالی جیسے مفکر اور کیمیادان پیدا نہ ہوں۔

دین و مذہب کے اس ناقص تصور کی وجہ سے جدید دور کے مسلمان نوجوانوں کے اذہان میں کچھ اس طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ:

۱. کیا قرآن مجید صرف اخلاقیات کی کتاب ہے؟

۲. کیا قرآن مجید میں سائنسی علوم بھی موجود ہیں؟

۳. اگر قرآن مجید میں سائنسی علوم موجود ہیں تو دوسری اقوام کی نسبت مسلمانوں میں سب سے زیادہ سائنس دان کیوں نہیں؟

ایسے ہی دیگر آج کل کے پڑھے طبقے کے اذہان میں اٹھ رہے ہیں اور بد قسمتی سے ان سوالات کے جوابات معقول صورت میں مسلمان قائدین اور دینی علماء سے بہت ہی کم حاصل ہو رہے ہیں چنانچہ اسی موضوع پر ہی کہ ”کیا قرآن مجید صرف اخلاقی کتاب ہے یا اس میں سائنسی علوم بھی موجود ہیں“ کچھ لکھنا موزوں ہو گا۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرآن مجید جب تمام انسانی ضروریات کا خود کفیل ہے اور اس سلسلہ میں مکمل رہنمائی پیش کرتا ہے تو لامحالہ تمام علوم خواہ مادی ہوں یا روحانی، غیر سائنسی ہوں یا سائنسی کا مرجع و منبع بھی ہے۔ نوجوان نسل کے ذہنی انتشار کا ایک بڑا باعث یہ ہے کہ وہ لادین سائنس میں قرآن دیکھنا چاہتی ہے۔ لیکن اس کا ذہن اس بات سے غافل ہے کہ اگرچہ سائنس میں قرآن نہیں لیکن قرآن میں ”سائنس“ ضرور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

موجود ہے۔ سائنس تو دراصل انسانی مشاہدات، تجربات سے حاصل شدہ نتائج کا نام ہے جس کا بحث ”مادہ“ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مادہ کا وجود پہلے عمل میں آیا یا سائنس کا؟ ظاہر ہے مادہ پہلے بنا۔ بعد میں انسان کے متجسس ذہن نے مشاہدات و تجربات کی روشنی میں قوانین اخذ کر کے جمع کیے اور اسے سائنس کا نام دیا۔ گویا علم سائنس ایک ایسا علم ہے جو انسانی ذہن کی ایجاد ہے اور یہ مادہ سے بحث کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان مادہ کا خالق نہیں بلکہ اس کا خالق خود اللہ تعالیٰ ہے۔ ایک مصوّر ہی اپنی تصویر کے محاسن و معائب کو بہتر جانتا ہے۔ مصوّر اور خالق ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ مادے کی ترکیب، ماہیت اور خواص سے بخوبی واقف ہے اسی لئے اپنے آپ کو ”علیم“ کے وصفی نام سے یاد فرماتا ہے۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ مادہ پہلے وجود میں آیا اور سائنس بعد میں۔ مادے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور علم سائنس انسانی ذہن کی تخلیق ہے۔ قرآن مجید من جانب اللہ حضرت محمد عربی پر نازل ہوا۔ یہ سوال کرنا کہ کیا قرآن مجید میں سائنسی علوم بھی موجود ہیں ایسے ہی ہے جیسا کہ کوئی پوچھے ”کیا اللہ تعالیٰ وہ علوم بھی جانتا ہے جو انسان جانتا ہے۔“

اس سے زیادہ حماقت اور کیا ہوسکتی ہے کہ انسان اپنے ذہن کے تخلیقی مضامین و علوم کو اس قدر اہمیت دے جب کہ اس کا ذہن خالق حقیقی کی تخلیق ہے۔ بہ الفاظ دیگر انسانی ذہن کے تخلیق کردہ مضامین اور علوم کو قرآن مجید پر ترجیح دینا ایسے ہی ہے جیسے انسان خالق پر مخلوق کو افضل قرار دے۔

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن مجید میں وہ ابدی اور دائمی اصول پیش کئے ہیں جن کو بنیاد بنا کر انسان تحقیق و تدقیق کا کام بطرز احسن انجام دے سکتا ہے۔ موجودہ دور میں ذہنی انتشار کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ وہ سائنسدانوں کے بنائے گئے نظریات و قوانین پر قرآن مجید کی آیات کو منطبق کر کے دیکھنا چاہتا ہے اور جب کبھی اسے سائنسی قوانین اور قرآنی حقائق میں اختلاف نظر آتا ہے تو نتیجتاً وہ ذہنی انتشار ہو جاتا ہے۔ تقابل و انطباق کی یہ عادت خام ذہن کے لئے مضر ثابت ہوتی ہے۔ سائنسی قوانین اور قرآنی حقائق کے درمیان تقابل تو جہی ممکن ہے کہ تقابل کرنے والا دونوں علم پر دسترس رکھتا ہو۔ مگر بصرفہ افسوس اس تلخ حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جدید دور میں جن لینے والا ذہن قرآن مجید کے مطالعہ کرنے کی نعمت سے محروم ہے۔ جب وہ سائنس کی کسی شاخ میں کوئی اعلیٰ ڈگری حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنے آپ کو پڑھا لکھا انسان تصور کرنے لگتا ہے۔ اس طرح ایک عجیب صورت حال پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سائنسی مضمون میں اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے بعد بھی قرآن مجید کے علوم سے بے بہرہ رہتا ہے جو کہ صحیح معنوں میں تمام تر علوم کا مخزن ہے۔

موجودہ دور میں قرآن کے حقائق کو جو چیز سب سے زیادہ واضح کر رہی ہے وہ سائنس ہے اور سائنس کو جو چیز سب سے زیادہ ناقص ثابت کر رہی ہے وہ بھی سائنس ہی ہے سائنس کا تعلق تجربات و مشاہدات سے ہے۔ قانون بقائے مادہ Law of Conservation of Mass اس وقت تک تو صحیح ہے جب تک ایٹم ناقابل تقسیم ذرہ تصور کیا جاتا ہے مگر جب آئن سٹائن کا مشاہدہ اور تجربہ یہ ثابت کر دیتا ہے کہ ایٹم ناقابل تقسیم ذرہ نہیں بلکہ اسے توانائی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس مشاہدے اور تجربے کے بعد ”قانون بقائے مادہ“ کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ وقت کی رفتار اور ذہنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ ذہنی کلیات بھی بدلتے رہتے ہیں ایک سائنسی نظریہ ایک مقررہ مدت تک تو ایک اٹل حقیقت اور مسلمہ قانون مانا جاتا ہے۔ مگر بعد میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آنے والے سائنس دان اپنے تجربات و مشاہدات کی بنا پر اسے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیتے ہیں۔ مگر الہامی اور قرآنی قوانین وہ قوانین ہیں جن کی صداقت، عظمت اور ابدیت میں وقت کی رفتار اور ذہنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ یقین محکم سے محکم تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ کلیہ بقائے مادہ، آئن سٹائن اور قرآنی قانون کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

”وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے اور کروٹ لیتے یاد کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں موجود اشیاء کی تخلیق پر غور و فکر کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! تو نے کوئی چیز عبث پیدا نہیں کی۔ تیری ذات پاک ہے۔ تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ”رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا“ (اے ہمارے رب! تو نے کوئی چیز عبث پیدا نہیں کی) فرما کر ہر دور میں جنم لینے والے کیمیا دانوں، جغرافیہ دانوں، ماہرین نباتات، ماہرین علم حیوانات، ماہرین طبیات اور دیگر تمام تر سائنسی علوم کے ماہرین کے لئے تحقیق و تدقیق کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ آج سے ایک صدی پیشتر اگر کوئی شخص کہتا کہ مادہ کے حقیر ترین ذرے یعنی ایٹم میں ایک مربوط اور منظم نظام کام کر رہا ہے تو اسے اس ایک صدی پہلے کے لوگ احمق خیال کرتے۔ مگر خالق حقیقی نے اسی حقیقت کو کچھ اس انداز میں پیش کیا کہ عرب بدو بھی ماننے پر مجبور ہو گئے اور موجودہ دور میں جنم لینے والا انسان تو اس حقیقت سے انحراف کر ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ دنیا کا حقیر ترین ذرہ ”ایٹم“ اپنے اندر پروٹان، نیوٹران اور الیکٹران کا ایک وسیع نظام لئے ہوئے ہے۔ اسے اس حقیقت کا بھی علم ہے کہ ایٹم کو توانائی میں تبدیل کرنے سے ہیر و شیماء اور ناگاساکی جیسے گنجان آباد شہر تباہ و برباد ہو سکتے ہیں۔ یہ تو وہ معلومات ہیں جو عام انسان بھی حاصل کر چکا ہے جب کہ سائنسدان نئے تجربات کر رہے ہیں جن کے نتیجے میں حیران کن ایجادات ہو رہی ہیں۔ عین ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں ایٹم کے متعلق ان حاصل کردہ معلومات سے کہیں زیادہ حیران کن اطلاعات حاصل ہوں۔ اور یہی سائنسی اکتشافات ہیں جو اس حقیقت کو ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ خداوند کریم نے دنیا میں کوئی چیز عبث پیدا نہیں کی۔ ایٹم تو کائنات کا چھوٹے سے چھوٹا ذرہ ہے جس کے متعلق ابھی انسانوں کی معلومات ناکافی ہیں۔ اس صورت حال میں انسان کائنات اور اس میں موجود بڑے بڑے نظاموں کی عظمت، زمین اور آسمان میں موجود اشیاء کی تخلیق کے بارے میں سوچ کر خالق حقیقی کی حمد و ثناء کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جوں جوں سائنسی ترقی کی منازل طے کرے گی۔ حقائق کو بے نقاب کرے گی۔ اسی قدر انسان کا یقین محکم ہوتا جائے گا اور اسے اعتراف کرنا پڑے گا کہ واقعی دنیا میں خداوند کریم نے کوئی چیز بھی عبث پیدا نہیں کی۔

یہ امتیاز صرف اور صرف قرآن مجید کو حاصل ہے کہ اس میں بیان کردہ قوانین، نظریات اور اصول ہر دور، ہر ذہن اور مکتبہ فکر کے لئے ہدایت ہیں۔ قرآنی آیات کی اہمیت، افادیت اور عظمت واضح سے واضح تر ہوتی جائیں گی۔ جب انسان کائنات کے تمام سر بستہ رازوں سے پردہ اٹھاتا رہے گا۔ جب اس کی بینا نظر قرآن مجید میں موجود اور پنہاں موتیوں کی شناخت کرے گی۔ کارواں رواں دواں ہے مگر ابھی آغازِ سفر ہے۔ جوں جوں فاصلہ طے ہو رہا ہے۔ سفر طویل ہو رہا ہے۔ تسخیرِ قمر کے بعد ہی انسان کو سیاروں، ستاروں اور کہکشاں کے فاصلوں کا ایک ہلکا سا اندازہ ہوا۔ ان فاصلوں کو ماپنے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لئے اس نے 'نوری سال' کی اکائی دریافت کی جو  $3 \times 10^{10}$  میل کے برابر ہے۔ ان تمام تر سائنسی انکشافات اور ایجادات نے ہی ہمیں خبردار کیا ہے کہ سنبھل جاؤ! ابھی آغاز سفر ہے۔ قافلہ رواں دواں ہے۔ اختتام کا انتہا کا تصور ایک حسین خواب ہے۔ سائنس نے آج ہمیں جن تصورات، تغیرات اور ایجادات کا علم دیا ہے وہ حقائق اور نظریات تو آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن مجید بدرجہ اتم اور بطریق احسن پیش کر چکا ہے۔ اگر کوئی نظر ان رموز تک نہیں پہنچ سکتی تو بینائی کی کمی ہے۔

گر نہ بیند بروز شیرہ چشم  
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اگر چکاؤ کو دن میں کچھ نظر نہ آئے تو اس میں سورج کا کیا قصور؟

دنیا کی ہر کتاب اس خطرے میں مبتلا ہے کہ کس وقت سائنس دانوں کی تازہ ترین معلومات اور تجربات اس میں پیش کردہ نظریات کو حرف غلط کی طرح مٹا دیں؟ دنیا میں صرف "الکتب" ہی ہے جو سائنسدانوں کے تازہ ترین تجربات، مشاہدات اور معلومات کے انتظار میں ہے کہ کس وقت انسانی ذہن خود تجربہ و مشاہدہ کر کے اس میں موجود قوانین و نظریات کی حقانیت اور صداقت سے واقف ہو؟

اگر قرآن مجید "ایٹم" کے متعلق ہی صرف معلومات مہیا کرتا تو کیمیا دانوں کی ذہنی تشفی کا سامان تو ضرور ہوتا مگر بیسویں صدی اور بعد میں آنے والے ماہرین نباتات کے لئے اعتراض کا یہ پہلو ضرور نکل آتا کہ قرآن مجید میں "سیل" Cell جو ہر زندہ جسم کی اکائی ہے، کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اتنا فرما کر کہ:

"رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا" کسی بھی انسان کے لئے خواہ وہ علم نباتات کا ماہر ہو یا کیمیا دان۔ اعتراض کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ یا تو اس کیمیا دان کو ہو سکتا ہے جس نے ایٹم کے اندر موجود پروٹونوں، نیوٹرونوں، الیکٹرونوں اور ایٹم کے دیگر اجزاء پر مشتمل نظام کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو۔ یا اس کی عظمت و صداقت کا احساس اس ماہر علم نباتات و حیوانات (ماہر علم حیاتیات) کو ہو سکتا ہے جس نے حیاتیاتی خلیہ اور اس میں موجود نیوکلیئس، پروٹوپلازم، سائٹوپلازم، اور دیوار خلیہ اور دیگر اجزائے خلیہ کا بنظر غائر مشاہدہ اور مطالعہ کیا ہو۔ اگر کیمیا دان ایٹم اور ماہر حیاتیات خلیے کے بارے میں جس وقت غور کر رہے ہوں اور اول الذکر کو بے جان جسم کی اکائی اور موخر الذکر کو جاندار جسم کی اکائی خلیہ ایک کارخانہ قدرت نظر آ رہا ہو تو ہر دو خالق حقیقی کی حمد و ثنا اور تسبیح و استغفار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے بشرطیکہ ان کو تقویٰ کی نعمت حاصل ہو۔

بایں ہمہ یہ انسانی ذہن کے ابتدائی مراحل ہیں اور اب یہ سائنسی علوم اس قدر ترقی کر رہے ہیں کہ ایک دن آج کی کبھی ہوئی بات بالکل اسی طرح افسانہ معلوم ہوگی جس طرح کل کی بات کا آج ہم مذاق اڑاتے ہیں نامعلوم آج ہمیں چاند میں وہ بڑھیا نظر کیوں نہیں آتی جو ہمارے آبا و اجداد کے زمانے میں چرخہ کا تا کرتی تھی۔ لیکن یہ بات آج بھی وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ جوں جوں ایٹم، سیل اور دیگر مادی و غیر مادی اشیاء اور موضوعات کے متعلق تحقیقات اور تجربات کا دائرہ وسیع ہو گا اسی قدر انسان کو اس حقیقت کا زیادہ بخشتگی اور یقین محکم سے اعتراف کرنا پڑے گا کہ واقعی خداوند عزوجل نے کوئی چیز عبث پیدا نہیں کی۔

دنیا کی ہر کتاب کا ایک خاص دائرہ کار ہے اور وہ اپنے مخصوص دائرے سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کہہ سکتی۔ اگر وہ نباتات سے متعلق لکھی گئی ہے تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



اس میں علم کیمیا مفقود ہے۔

اگر علم کیمیا سے بحث کرتی ہے تو علم نباتات کے بارے میں خاموش ہے۔ گویا دنیا کی ہر کتاب ایک مخصوص اور محدود دائرہ کار رکھتی ہے لیکن قرآن مجید کے اس فرمان کو کسی بھی کتاب خواہ وہ نباتات سے متعلق ہو یا حیوانات سے، علم کیمیا سے متعلق ہو یا علم طبوعات سے۔ کا موضوع بنایا جاسکتا ہے اور تحقیق کا کام کیا جاسکتا ہے۔

کاش! کہ آج بھی انسان اس حقیقت کا اعتراف کر لے کہ قرآن مجید نہ صرف اخلاقی، مذہبی اور روحانی علوم پر بحث کرتا ہے بلکہ تمام قسم کے علوم جن میں سائنسی علوم بھی شامل ہیں کے لئے بہتر سے بہتر مواد مہیا کر کے اس کے لئے تعلیم، تحقیق و تدقیق اور جستجو کے دروازے کھول دیتا ہے۔ قرآن مجید کے غائر مطالعہ کے بعد ”ایمر سن“ کا افلاطون کی تصنیف ”جمہوریت“ کے بارے میں یہ کہنا کہ ”دنیا کے تمام کتب خانوں کو جلا دو۔ کیونکہ ان کے اندر جتنی کام کی باتیں ہیں وہ صرف ایک کتاب (جمہوریت) میں موجود ہیں۔ مہمل اور احمقانہ فقرہ معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ فقرہ پڑھے لکھے جہلا کے لئے ایک ضرب المثل ہی کیوں نہ بن چکا ہو۔

تمام اقوام اور خصوصاً مسلمان قوم کے لئے مادی اور غیر مادی ترقی کا صرف اور صرف ایک راستہ ہے کہ اس کے افراد تمام ممکنہ علوم حاصل کریں مگر مرکزیت صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ڈاکٹر صادق تقویٰ (فارسی)

تلخیص اردو: جناب منظور احسن عباسی

## شیعہ سنی اتحاد

### ایران کے بلند پایہ شیعہ عالم اور مفکر کی طرف سے چند تجاویز

شیعہ سنی نزاع جتنا گہرا ہے، حقائق کے اعتبار سے اتنا ہی سطحی ہے، کیونکہ شیعہ دوستوں نے اپنے مزعومات کی بنیاد جن امور پر رکھی ہے وہ علمی کم، جذباتی زیادہ ہیں، اس لئے اگر حقیقت پسندی سے کام لیا جائے تو نزاع کی سطحی بھول بھلیوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

اس موضوع پر ایران کے ایک اہل علم شیعہ فاضل نے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جو قابل مطالعہ ہے، جناب منظور احسن عباسی مدظلہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے اردو میں اس کی تلخیص پیش کر کے ملی وحدت کے متلاشیوں کے لئے چند تجاویز مہیا فرمائی ہیں۔ جس کے لئے ادارہ موصوف کا شکر گزار ہے۔ (ادارہ)

ملت اسلامیہ کے دو مشہور فرقوں 'سنی اور شیعہ' کے درمیان جو باہمی مناقشات ہیں ان کو دور کرنے کی ایک عام خواہش ہر فرد مسلم کے دل میں موجزن ہے۔ دونوں فرقوں کے زعماء نے اس کے لئے جو کوششیں کی ہیں ان میں تہران کے مشہور شیعہ عالم ڈاکٹر صادق تقویٰ کا ایک مختصر رسالہ موسومہ "موازین مذہب حقہ جعفری" جو چند سال پیشتر ایران سے شائع ہوا ہے راقم الحروف کے خیال میں نہایت قابل توجہ ہے۔

### شیعہ سنی کا اختلاف:

انہوں نے اس رسالے میں دونوں فرقوں کے درمیان اختلاف کا ذمہ دار صرف سنیوں کو نہیں بلکہ دونوں فرقوں کے علماء کو ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ان کی تحریر کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ظاہر ہو گا کہ انہوں نے شیعہ علماء پر زیادہ الزام عائد کیا ہے اور باہمی اتحاد و اتفاق کے لئے جو تجاویز پیش فرمائی ہیں ان کا روئے سخن بیشتر علمائے شیعہ کی جانب سے ہے۔

### مذہب جعفری:

آغاز کتاب میں انہوں نے اتباع کتاب و سنت کو مذہب اسلام کی اساس قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ مذہب جعفری مذہب حق ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی کتاب و سنت پر ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث پیش کی ہے کہ:

"لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم اسے اپنائے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ ایک چیز کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ۔"

(ترجمہ)

اموطا مالک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



اس کے بعد رسول اللہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

”میں دو بیش بہا جو اہر تم میں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسرا میری عترت۔“

لیکن اس حدیث میں لفظ ”عترت“ کے جو معنی شیعہ اصحاب نے پیغمبر اسلام کے کنبہ اور ان کی نسل کے لئے کیے ہیں ڈاکٹر صاحب اس کو درست نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے خیال میں یہ حدیث یا تو موضوع<sup>۲</sup> ہے اور یا پھر ”عترت“ کا مفہوم حضور کی سنت یا حقیقی معنوں میں قرآن کی تبلیغ کرنے والے ہیں۔ جس میں حضرت علیؓ، حضور اکرم ﷺ کی اولاد، ان کے اصحاب اور صالح اہل قبیلہ سب شامل ہیں۔ اس کی دلیل یہ دی ہے کہ پیغمبر اسلام کی اولاد نرینہ نہ تھی اور ان کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی اور حضرت علیؓ کی اولاد پر منحصر نہیں ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ کتاب و سنت کے دو معیاروں کو اسلام کے جملہ مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے۔ لہذا یہی باہمی اتحاد کا وسیلہ اولین ہے۔

### کتاب و سنت کے مطالب:

مطالب کتاب و سنت کی تعیین و تحقیق کے بارے میں ان کی رائے مختصر یہ ہے کہ قرآن حکیم میں کچھ مطالب مفصل ہیں اور کچھ مجمل ہیں۔ جو باتیں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں وہ اعتقادی مسائل ہیں۔ تمام مسلمانوں کو اس پر قائم رہنا چاہئے۔ اور جن مسائل میں فکر و نظر کی ضرورت ہے ایسے فکری مسائل کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں متعین کرنا چاہئے۔ نیز ایسے عقائد جن کا ثبوت قرآن حکیم کی قطعی دلیلوں سے نہ ہو ان کو نظر انداز کر دینا چاہئے (اس سے شاید ان کا مطلب یہ ہے کہ فریقین کو ایسے مسائل سے تعرض نہ کرنا چاہئے) تاکہ مسلمانوں کا ذہنی بوجھ ہلکا ہو جائے۔

### سنت کی تین قسمیں:

تحقیق و تعیین سنت کے باب میں انہوں نے بتایا ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک ”عرفی“ کہ قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے لیکن عام طور پر لوگ اس پر عمل پیرا تھے۔ مثلاً وہ نجاستیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے چنانچہ خون اور نشہ آور شراب کے سوا تمام نجاستیں عرفی ہیں۔ اس باب میں اہل اسلام کے درمیان بہت کم اختلاف ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو مسلمانوں کا عام دستور العمل تھا مثلاً نماز کی رکعتیں اور اس کا مفہوم۔ آغاز اسلام سے یہ طریق اب تک مسلمانوں کا دستور عمل ہے۔ ان میں جو اختلافات بعد میں ہوئے ہیں ان کو تاریخ کی رُو سے تحقیق کر کے دور کیا جاسکتا ہے۔

تیسری قسم میں ایسے مسائل ہیں جن کی ضرورت برسوں، مہینوں میں کبھی کبھی پڑتی ہے۔ مثلاً زکوٰۃ اور خوں بہا کی مقدار میں تعیین، ان امور میں جو اختلافات ہیں وہ بے حقیقت ہیں اور آسانی دور کیے جاسکتے ہیں۔

ان کے علاوہ تحقیق و تثبیت سنت کے لئے ڈاکٹر صاحب نے عقل و فراست سے کام لینے کی اہمیت پر بھی زور دیا ہے۔ لیکن چونکہ ہر شخص اپنے

<sup>۲</sup> اس روایت کی ہر سند میں شیعہ راوی ہیں یا متہم بالکذب، مدلس اور مجہول راویوں کی بھرمار ہے۔ زبیدی مثلاً عزیمت اور رخصت کا فرق تصور کر لیتا یا کم از کم اسے علمی اور تحقیقی زاویہ نگاہ کا اختلاف تصور کر کے اسے برداشت کرنا۔ زبیدی

آپ کو عقل مند تصور کرتا ہے اور دینی معاملات میں خود رائی سے خرابی پیدا ہوتی ہے اس لئے انہوں نے قرآنی ارشادات کے مطابق ارباب عقل و فہم کو باہمی مشورہ سے تصفیہ معاملات کی تاکید کی ہے اور اس پر اظہارِ افسوس کیا ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے مختلف المسالک علماء نے اس طرف خاطر خواہ توجہ مبذول نہیں فرمائی۔

### شیعی سنی روایات:

اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ شیعہ علماء کی توجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ ۲۰۱ (نخ البلاغۃ) کی طرف مبذول کرائی گئی ہے جس میں حضرت مدوح نے غیر یقینی، محض خیال اور خود ساختہ (یا موضوع) روایات پر وثوق کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہی مضمون بعینہ اصول کافی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر موصوف نے علماء شیعہ پر الزام لگایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اتباع کا دعویٰ کرنے کے باوجود انہوں نے سنیوں کی طرح ظنی، غیر یقینی اور خود ساختہ روایات پر بھروسہ کیا جو صریحاً قرآن اور تصریحاتِ ائمہ شیعہ کے خلاف ہے۔ انہوں نے تاریخی پس منظر میں محدثین اہل سنت والجماعت؛ زہری، مالک بن انس، ابو حنیفہ، محمد بن ادریس شافعی، دارمی، ابو داؤد فارسی، احمد بن حنبل، مسلم نیشاپوری، بخاری، ابن ماجہ، قزوینی، ترمذی اور نسائی خراسانی کے مجموعہ احادیث پر تنقید کی ہے اور بتایا ہے کہ ان میں ہزاروں احادیث قرآن کے خلاف ہیں۔ لیکن ایسے امور کی نشاندہی نہیں فرمائی کہ سنیوں نے قرآن کے خلاف کس حدیث کو اپنے مسلک یا مذہب کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اس کے برخلاف علماء شیعہ کے اس طرزِ عمل پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ انہوں نے سنیوں کے مندرجہ بالا بارہ مجموعوں سے قرآن کے خلاف ناقابلِ یقین روایات کو اختیار کر کے ان کے راویوں کے نام بدل دیئے اور ایسے اشخاص کے نام شامل کر دیئے جن کا وجود ہی یا تو سرے سے معلوم نہیں ہے اور یا ان کی ثقاہت مجہول ہے تاکہ اگر کوئی سنی اس سے انکار کرے تو وہ کہہ سکیں کہ یہ روایت تمہاری کتابوں میں بھی ہے۔

### شیعہ کتب روایات پر تنقید:

ان کتابوں میں ایک مجموعہ اصول و فروع کافی ہے جو شیخ کلینی متوفی ۳۲۸ھ کی تالیف اور موجودہ مذہب کا سب سے پہلا مجموعہ روایات حدیث ہے۔ اس کے باب میں علامہ تقی کی رائے یہ ہے کہ اس کتاب میں واضح طور پر قرآن کے خلاف اور صریحاً غلط مسائل درج ہیں اور دونوں کتابیں (اصول و فروع) حضرت علی اور امام جعفر صادق کی رہنمائی سے متصادم اور اہل سنت کی کتب احادیث کی طرح مشکوک ہیں۔ اس کتاب کی بابت کہا جاتا ہے کہ اس کے مسائل امام جعفر صادق کے چار سو شاگردوں نے امام موصوف سے سن کر محفوظ کیے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مسائل چار سو ائمہ شیعہ کے ارشادات کا مجموعہ ہیں۔ علامہ تقی نے دونوں خیالات کی تردید کی ہے۔

۲ باہمی مشورہ گو مفید ہے لیکن ہر معاملہ میں آسان نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ وسعتِ ظرف اور برداشت سے کام لینا ہی راہِ عافیت ہے۔ ۱۲ از بیدی۔  
۳ روایتی حیثیت سے کسی روایت کا مجروح ہونا الگ بات ہے لیکن روایت کی صحت کے بعد کوئی روایت قرآن کے خلاف نگلی ہی ثابت نہیں ہے۔ خاص کر صحیحین کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دوسری کتاب میں **من لا یحضرہ الفقیہ** ہے جو شیخ صدوق ابو جعفر محمد المتوفی ۲۸۱ھ کی کتاب ہے۔ جناب تقی نے اس کتاب کو بھی فروع کافی کی طرح تناقض روایات کا مجموعہ قرار دیا ہے کہ ان جھوٹی روایتوں کو ائمہ شیعہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ اس عہد میں ایک نیا فرقہ جو فرقہ مفوضہ کے نام سے معروف تھا جنہوں نے اصول کافی کی ایک روایت کی بنا پر ائمہ شیعہ کے بارے میں حد سے زیادہ مبالغہ سے کام لیا ہے اور اذان اور اقامت کے الفاظ میں ولایت و امامت علیؑ کی شہادت کا اضافہ کر دیا تھا۔ شیخ صدوق نے جنہوں نے کلینی سے اسلام اور قرآن کا علم حاصل کیا فرقہ مفوضہ کو ان کے اس عمل پر لعنت کا حق دار قرار دیا ہے۔

ان دو کتابوں کے علاوہ علامہ تقی نے شیخ طوسی المتوفی ۳۶۰ھ کی دو کتابوں ”تہذیب“ و ”ابصار“ کے باہمی اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے اور بتایا ہے کہ علمائے شیعہ کہتے ہیں کہ آنکھ بند کر کے ان کتابوں کی پیروی نہ کرنی چاہئے بلکہ لازم ہے کہ ہر عہد کے زندہ مجتہد مثلاً شیخ طوسی و صدوق و کلینی کی پیروی کی جائے۔

جن کتابوں پر مذہب شیعہ کی بنیاد ہے جناب تقی نے ان کی اور ان کے مصنفین کے خیالات کی تضعیف کے بعد موجودہ دنیائے شیعہ میں مختلف مسالک شیعہ کی کیفیت بھی بتائی ہے اور لکھا ہے کہ پیروان مسالک مختلفہ کو لازم تھا کہ کتاب و سنت کے معیار کے مطابق باہمی مشورہ سے اختلافات کو دور کرتے لیکن وہ اس بات پر تیار ہی نہیں ہیں کہ علی اور آل علی کی پیروی کریں جن کی جھوٹ موٹ کو وہ اپنا امام کہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ مذہب کے بہت سے فرقے نمودار ہو گئے۔ ان کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ:

### مختلف مسالک شیعہ:

موجودہ شیعہ مذاہب میں سے پہلا مسلک زیدی ہے جو زید بن علی بن حسین کے نام سے منسوب اور مسلک اہل سنت سے قریب تر ہے۔ دوسرا مذہب اسماعیلی ہے جن کا کہنا ہے کہ امام جعفر صادق کے بعد ان کا فرزند اسماعیل امام تھا (نہ کہ امام موسیٰ کاظم) تیسرا مسلک شیعہ ہشت امامی ہے جو امام ہشتم امام رضا تک کے ائمہ کو مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ امام موصوف کے بعد ان کے اقطاب، اصحاب و جی ہیں اور اب شریعت پیغمبر کی پیروی لازمی نہیں ہے۔ چوتھا مسلک شیعہ یازدہ امامی یا نصیریہ ہے اور امام حسن عسکری تک کے اماموں کو مانتے ہیں۔ ان کے مسلک کی بنیاد امام حسن عسکری کے وکیل ابن نصر کی رہنمائی پر ہے۔

پانچویں شیعہ اثنا عشری ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ ان کا آخری امام حسن عسکری کا فرزند ہے جن کی کوئی منکوحہ بیوی نہ تھی بلکہ ان کی کنیز ”زگس“ یا ”مریم“ قصر روم کی بیٹی تھی جس کے بطن سے بارہویں امام پیدا ہوئے اور اسی سال کے بعد غائب ہو گئے اور اخیر زمانہ میں پھر ظاہر ہوں گے۔ (ان سے مراد امام مہدی ہیں)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## فرقہ اثناء عشریہ کی شاخیں:

پھر یہ فرقہ اثناء عشریہ کی بھی مختلف شاخیں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اخباریہ ہے جو کہتے ہیں کہ امام کے ہر قول کو تسلیم کرنا واجب ہے۔ خواہ وہ اقوال متضاد ہوں۔ علامہ تقی کا کہنا ہے کہ شیخ کلینی، شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا یہی مسلک ہے۔ دوسرا فرقہ ”اصولی“ ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ روایات کو قبول کرنے کے چند اصول ہیں۔ یہ اصول تقریباً دس ہیں جو اہل سنت کے نزدیک معتبر ہیں جن کو قواعد اصول کہا جاتا ہے۔

تیسرا فرقہ شیخی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر عہد میں بارہویں امام کی طرف سے ایک سربراہ دینی متعین ہو جاتا ہے جو کچھ وہ کہے اس کے تسلیم کرنے میں چون و چرا کی گنجائش نہیں یہاں تک کہ اگر خلاف قرآن بھی کچھ کہے تو اس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

## موجودہ مذہب شیعہ:

عہد حاضر میں شیعہ اثناء عشریہ کے بیشتر علما بالخصوص ایران کے شیعہ خود کو اصولی کہتے ہیں۔ لیکن جناب تقی کے نزدیک کوئی شیعہ پورے طور پر اصول نہیں ہے بلکہ ایک حد تک یہ اخباری اور تصوف دونوں کا ملغوبہ ہے۔ چنانچہ اگر کسی مجلس وعظ میں مسلک اخباری یا صوفیانہ یا شیخی مسلک کے مطابق مبالغہ آمیز تقریر ہو رہی ہو تو ان کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

## فرقہ مفوضہ:

اس سلسلہ میں جناب تقی نے ایک اور فرقہ کا ذکر کیا ہے جسے مفوضہ یا غلات کہتے ہیں جس کا ظہور شیخ صدوق کے زمانے (یعنی چوتھی صدی ہجری) میں ہوا۔ ان لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ خدا نے اماموں کے بعد امور خلافت کو انہیں تفویض کر دیا ہے۔ انہوں نے اذان اور اقامت **اشہد ان محمد رسول اللہ** کے بعد **اشہد ان علیاً ولی اللہ یا اشہد ان علی امیر المومنین حقاً** وغیرہ الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے۔ جس کے باعث شیخ صدوق نے ان اشخاص کو لعنت کا مستحق قرار دیا ہے (جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا)

اس تفصیل کے بعد ڈاکٹر صادق تقویٰ نے اس امر پر اظہار افسوس کیا ہے کہ اگرچہ اس وقت دنیائے شیعہ میں فرقہ مفوضہ یا غلات کا وجود نہیں ہے لیکن اس وقت شیعوں کے تمام فرقے خواہ وہ اخباری ہوں یا اصولی۔ شیخی ہوں یا صوفی عقیدہ اور عمل میں کم و بیش سب کے سب مفوضہ ہیں اور مذہب جعفری یعنی اسلام سے کوسوں دور ہیں۔ اگر احیائاً علمائے شیعہ میں سے کوئی حق پسند ہو بھی تو اکثریت سے مرعوب ہو کر زبان کشائی کی جرأت نہیں کرتا اور تقیہ سے کام لیتا ہے۔ البتہ گیارہویں صدی ہجری میں علامہ شیخ حر عاملی نے اپنی کتاب وسائل الشیعہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مقام افسوس ہے کہ علماء کے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہے۔ علمائے شیعہ نے اس حقیقت کو مخفی رکھا ہے۔ ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ ہم ان علماء کو قطعی طور پر اور بیشتر شیعہ کو بالعموم مفوضہ قرار دیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## فرقہ شیعہ کی بدعات:

تبصرہ:

ہر چند کہ علامہ صادق تقی کا یہ قول تلخ شیعہ اصحاب کو ناگوار ہو لیکن اس کی حقیقت و صداقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ حال میں پاکستان کے شیعہ علماء و زعماء نے شیعہ بچوں کے لئے جو نصاب دینی پسند فرمایا ہے اس میں خصوصیت کے ساتھ مفوضین کی پیروی کی گئی ہے اور وہی الفاظ اذان و اقامت بلکہ کلمہ طیبہ میں اضافہ کیے گئے ہیں۔ جن کی مخالفت شیخ صدوق وغیرہ شیعہ فقہاء محدثین نے کی ہے اور اس قسم کی بدعات کو مستوجب لعنت قرار دیا ہے۔

جناب صادق تقی نے اپنے اس رسالہ میں خصوصیت کے ساتھ ان بدعتوں کی نشاندہی فرمائی ہے جو شیعہ مذہب کے علماء نے کتاب و سنت کے خلاف دین اسلام میں داخل کرائے ہیں انہوں نے بجا طور پر تمام علمائے اسلام سے قطع نظر اس کے کہ وہ شیعہ ہوں یا سنی یا مطالبہ کیا ہے کہ بموجب ارشاد حضرت علیؓ و جملہ اصحاب پیغمبر علیہ السلام بالخصوص امام جعفر صادقؑ محض کتاب و سنت کی پیروی پر کاربند ہوں اور علمائے حق پسند کی باہمی مشورہ سے ایک دینی دستور العمل تیار کریں جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔ تاکہ ہر قسم کے خطرات سیاسی و اجتماعی و علمی سے محفوظ رہیں۔

## اصول استنباط مسائل:

کتاب و سنت سے استنباط مسائل کے لئے انہوں نے ایک درجن اصول پیش کیے ہیں۔ جن میں نہایت ضروری امر یہ ہے کہ اہل تحقیق قرآن حکیم کی زبان سے پورے طور پر واقف ہوں اور محض ایک آیت کے پیچھے پڑ کر اپنا مطلب نہ نکالیں بلکہ بحیثیت مجموعی قرآن پر نظر رکھیں۔ اور خود رائی سے ہر گز کام نہ لیں۔ مجموعہ احادیث میں سے ان کے نزدیک موطا امام مالک کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس کا سبب انہوں نے یہ بتایا ہے کہ امام جعفر صادق اور دوسرے تمام ائمہ شیعہ کوئی دینی کتاب چھوڑ کر نہیں گئے اور مبارزوں، مذہب تراشوں نے متفرق اجتہادوں کے سوا اور کوئی کام اپنے اپنے عہد میں نہیں کیا۔ البتہ خود کتاب و سنت کے حامی رہے ہیں۔

مؤلف نے اپنے اس رسالہ میں صرف ان بدعات سینات کا ذکر کیا ہے جو کتاب و سنت کے منافی اور ارشادات علی و ائمہ کے قطعاً خلاف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے دو فرقوں شیعہ سنی کے درمیان اختلاف و شقاق کی بنیاد یہی بدعات ہیں۔

## مسئلہ خلافت:

ڈاکٹر تقی نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ سنی و شیعہ کے درمیان جو اختلاف ہے اس کی بنیاد خلافت کا معاملہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان خلافت کے بارے میں یہ اختلاف آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد دوسری صدی ہجری میں پیدا ہوا جب کہ خود غرضوں نے ائمہ شیعہ کو دربار خلفائے عباسیہ میں بدنام کرنے کے لئے یہ فتنہ اٹھایا۔ اس سے پہلے خلفاء کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے خود اپنے مکتوب (ششم نبج البلاغہ) میں اعتراف فرمایا ہے کہ وہ چوتھے خلیفہ تھے اور ان کا انتخاب بھی دوسرے تین خلفائے راشدین کی طرح قرآنی احکام کے عین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



مطابق ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے نبی البلاغہ کی اصل عبارت نقل فرما کر اس کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

”ان ہی اصحاب نے مجھے بیعت کی ہے جنہوں نے ابو بکر، عمر اور عثمان سے بیعت کی اور ان ہی شرائط پر بیعت کی جن شرائط پر ان تینوں سے بیعت کی تھی۔ جو لوگ موجود تھے نہ ان کو یہ حق تھا کہ وہ کسی اور کو منتخب کرتے اور نہ ان اصحاب کو جو موجود نہ تھے یہ مناسب تھا کہ اس کو رد کر دیتے۔ کیونکہ منصب خلافت پر متمکن کرنے کا طریقہ ہی یہ تھا کہ مہاجرین اور انصار کے مشورہ سے فیصلہ ہو۔ ان کا کسی امر پر باہم متفق ہو جانا خدا کو پسند ہے۔ اگر کوئی شخص مجلس شوریٰ کے اس فیصلہ سے بدگوئی یا گمراہی کے باعث منہ موڑ لے تو چاہیے کہ اسے ایسا کرنے سے باز رکھا جائے اور انکار کرے تو اس کے خلاف لازم ہے کیونکہ اس نے اسلامی قانون سے سرتابی کی اور خدا بھی اس کے پاداشِ عمل میں اسے سزا دے گا پس اے معاویہ تم اپنی عقل سے کام لو اور حرص و ہوا کو ترک کر دو۔ میرا طرزِ عمل گواہ ہے کہ میں تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خونِ عثمان سے بری الذمہ ہوں اور یہ تمہیں خود بھی معلوم ہے کہ میں اس معاملہ میں الگ تھلگ رہا تھا یہ اور بات ہے کہ تم حقیقت پوشی کرو اور جو کچھ تمہیں علم ہے اس کے برخلاف ظاہر کرتے رہو۔“ اس مکتوب کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ علامہ رضی نے جو شیعوں کے عظیم المرتبت علماء میں سے ہیں اس امر کی وضاحت کی ہے اور یہ عبارت خود حضرت علی کے مراسلات کا ایک حصہ ہے اور بایں لحاظ قابلِ اعتبار ہے کہ یہ خط عوام کے لئے نہیں تھا بلکہ معاویہ کے نام بھیجا گیا تھا۔ لہذا یہ خط نبی البلاغہ کے دوسرے مکتوبات کی طرح نہیں ہے جن میں بیشتر الحاقی ہیں۔ ایسی صورت میں شیعہ سنی کے درمیان امر خلافت کو موجب اختلاف قرار دینا کس طرح ممکن ہے؟

### خلافتِ علی کے بارے میں ایک دلچسپ انکشاف:

مسئلہ خلافت کے باب میں شیعہ سنی اختلاف کے متعلق جناب ڈاکٹر صادق تقی کی تحقیق نہایت دلچسپ ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ خلافت کی بنا پر اختلاف کی بنیاد دراصل خود مذہبِ اہل سنت کے پیروؤں نے رکھی اور اس کا الزام ان لوگوں پر لگا دیا جو صحیح معنوں میں شیعہ تھے۔ ورنہ ائمہ شیعہ کے نزدیک خلافت کے مسئلہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ان کی کوشش یہی رہی ہے کہ دینِ اسلام میں اختلاف پیدا نہ ہونے دیں۔ اس کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ بنی عباس کے عہد میں جب سنیوں کے چار مکتب فکر معرضِ وجود میں آگئے اور انہوں نے چاہا کہ صحیح و مستند کتابوں کو پرانہ کر دیا جائے تو امام جعفر صادق اور دوسرے اماموں نے اس کی مخالفت کی۔ اس پر سنیوں نے اماموں کو خلیفہ عہد کا دشمن ثابت کرنے کے لئے یہ اڑادی کہ یہ امام خلیفہ کے بعد اس کا جانشین بننے کا داعیہ رکھتے ہیں۔ ان سنیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ تین خلفائے راشدین کی خلافت بھی غصبی خلافت تھی یعنی ان کا حق نہ تھا۔ حضرت علیؓ کو خلیفہ اول ہونا چاہئے تھا۔

### موجودہ مذہبِ شیعہ خود ساختہ ہے:

پھر بتایا ہے کہ ائمہ شیعہ نے ان مذہبی اختلافات سے نجات پانے کی ہر چند کوشش کی لیکن فتنہ پرداز اپنا کام کرتے رہے جنہوں نے قرآن کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خلاف ہزاروں جھوٹی روایتیں پیغمبر اسلام کے نام سے گھڑ کر سنیوں کی کتابوں میں شامل کر دیں اور بالآخر ایک خود ساختہ مذہب شیعہ بنالیا کہ یہ لوگ حضرت علی کی خلافت بلا وصل کے قائل ہیں جس کے ثبوت میں اسی من گھڑت روایات اور بے مقصد کہانی پیش کر کے مسلمانوں کے معاشرے میں ایک فتنہ برپا کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نوپید مذہب شیعہ نے سنیوں کے مذہب (یعنی خلافتِ علی بلا فصل) کو اپنے مذہب کی بنیاد قرار دیا۔ اور اہل سنت کے اس پرانے مذہب کو شیعہ جعفری کے نام سے اختیار کیا اور طریق اجتہاد کو اپنایا جس سے ائمہ شیعہ اصولاً بیزار تھے۔ انہوں نے سنیوں کے مسلک چہار گانہ کی پیروی میں چار کی بجائے ہر شہر میں دس گنا مجتہدوں کا ہونا لازم قرار دیا تاکہ مذہبی اختلاف کا دامن زیادہ پھیل جائے۔ ان کا کہنا ہے کہ بد قسمتی سے اس وقت دنیائے شیعہ کی اکثریت اس مصنوعی شیعیت کی پیرو ہے اور بجز چند بے نام و نشان مسلمانوں کے کوئی شخص بھی سچے مذہب جعفری کا پیرو نہیں ہے، اس کے بعد انہوں نے بتایا ہے کہ سنی اور شیعہ دونوں کی کتب روایات میں حضرت علی کی خلافت بلا فصل کے ثبوت میں آیات قرآنی کو پیش کیا گیا ہے لیکن ان آیات کو مسئلہ خلافت سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

### ہر چہار خلفائے راشدین خلیفہ برحق تھے:

بالآخر علامہ تقی موصوف نے ہر چہار خلفائے راشدین کی خلافت کا برحق ہونا، قرآن، حدیث اور اصول کی رو سے ثابت کیا ہے اور ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو کتاب و سنت کی بجائے خود ساختہ اور جھوٹی روایات کتب کی بنا پر اپنے اپنے بزرگانِ دین کے حق میں دشنام طرازی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

### تبصرہ:

اب ظاہر ہے کہ اگر ہر دو فریق شیعہ و سنی جناب صادق تقی کے ارشادات پر کان دھریں اور کتاب و سنت کی روشنی میں مسائل اختلافی کو طے کر لیں تو باہمی نزاع ایک قلم مفقود ہو جائے اور ایک بار پھر ملت اسلامیہ اتحاد و یگانگت کی برکتوں سے بہرہ یاب ہو۔

### تمام سنی حقیقی مذہب جعفریہ سے متفق ہیں:

جہاں تک اہل سنت کا تعلق ہے یہ عاجز راقم الحروف پورے اذعان کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ گواہل سنت کو ڈاکٹر موصوف کے بعض خیالات سے اتفاق نہ ہو لیکن وہ ان تمام امور کو تسلیم کر لینے کے لئے تیار ہیں جن کو مؤلف رسالہ نے حقیقی مذہب جعفریہ کی بنیاد قرار دیا ہے۔ مثلاً:

۱. کتاب و سنت کی روشنی میں دینی مسائل کا حل۔
۲. خلفائے اربعہ راشدین کی خلافت کا برحق ہونا۔
۳. حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل سے انکار۔
۴. بزرگانِ دین کے حق میں بدگوئی و دشنام طرازی سے مکمل احتراز۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۵. اپنی کتابوں سے ایسی تمام جھوٹی یا موضوعی روایات کا اخراج جو بقول ڈاکٹر صادق تقی غیر حقیقی شیعوں نے داخل کر دی ہیں۔
۶. مفوضین یا غلات سے بیزاری جنہوں نے کلمہ اسلام اور اذان و اقامت میں سنت کے خلاف اضافہ کیا۔
- اس اعلان کے ساتھ تمام اہل سنت اپنا ہاتھ محبت و اخلاص اور اتحاد و اتفاق کے لئے اہل تشیع کے سامنے دراز کرتے ہیں اور ان کے رد عمل کا انتظار کر رہے ہیں۔

قاری فیوض الرحمان (ایم۔ اے)

## جناب مولانا محمد بن عبد اللہ المعروف بہ جیون بن نور الدین بکھلوی

۱۲۸۶-۱۳۶۶ھ

آپ ۱۲۸۶ھ کے قریب نور الدین صاحب کے گھر ”بکھلی“ تحصیل مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ کے علماء سے حاصل کی، تکمیل علامہ حسین بن محسن انصاری یمانی سے کی۔ فراغت کے بعد حیدر آباد دکن کو اپنا مسکن بنایا اور علمی خدمات سرانجام دینے لگے۔ وہیں ۸۰ سال کی عمر میں ۱۳۶۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ وہاں آپ کی اولاد اور پوتے وغیرہ موجود ہیں جن کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

### تصنیفی خدمات:

آپ صاحب تصنیف عالم ہو گزرے ہیں، مولانا محمد صدیق بن عبد العزیز آپ کی لکھی ہوئی ابن ماجہ کی شرح مفتاح الحاجہ (مطبوعہ لاہور باہتمام ادارہ احیاء السنۃ النبویہ، ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا) کے مقدمہ میں آپ کا یوں تعارف کرواتے ہیں۔

کنیتہ ابو الفضل واسمہ محمد بن عبد اللہ المعروف بجیون بن نور الدین الفنجانی وکان اصلہ، من بلاد بکل من بلاد ہزارہ، وکان رجلاً صالحاً، عالماً متبحراً وفاضلاً محققاً، قد عاش فی حیدر آباد (دکن) وعمر عمرًا طویلاً حتی قرب ثمانین سنة او جاوزها، ويعمل بیدہ ویصرف اکثر اوقاتہ لتصنیف کتب الدینیۃ واشاعتہا ومات بہ فی حدود سنة ست وستین بعد الالف وثلاث مائة تقریباً، وله بہ اولاد و احفاد۔

واخذ عن المحدث الشہر حین بن محسن انصاری الیمانی کما ذکر المحشی فی مقدمة ”مفتاح الحاجہ“ و ذکر سند الكتاب بطریقه الی ابن مابہ۔

ومن تصانیفہ! ترجمة مسند الامام احمد بالہندیۃ وعجائب البیان فی لغات القرآن مع تفسیر المنان ونجوم الفرقان، واللغة العربیۃ ترجمہا بالہندیۃ، وعون الودود شرح ابی داؤد، عثمان البیان فی سیرۃ النبی آخر الزمان، والسیف الملول فی اثبات خط الرسول، ومفتاح الحاجۃ شرح ابن ماجہ طبع هذا الشرح علی هوامش الكتاب باصح المطابع بلکہنؤ من بلاد الهند فی سنة خمس عشر وثلاث مائة والف من الهجرة اولاً فی حیاة المحشیو ثانیاً فی الجہادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ من ادارة احیاء السنۃ النبویۃ، دی بلاک سینٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا۔ آپ بڑے صالح، تبحر عالم اور فاضل محقق تھے۔۔۔۔۔ آپ کی تصانیف میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ (مدیر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱. ترجمہ اردو مسند الامام احمد
  ۲. عجائب البیان فی لغات القرآن مع تفسیر المنان ونجوم الفرقان
  ۳. ”عربی زبان“ اور اس کا اردو ترجمہ۔
  ۴. عون الودود شرح ابی داؤد۔
  ۵. عثمان البیان فی سیرۃ النبی اخر الزمان۔
  ۶. السیف المسئول فی اثبات خط الرسول اور
  ۷. مفتاح الحاجة شرح ابن ماجہ
- آخری کتاب کی تصنیف سے ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ کو فراغت پائی جو اصح المطابع لکھنؤ سے ۱۳۱۵ھ کو پہلی بار طبع ہوئی۔ اب ۱۳۹۴ھ میں دوسری بار سرگودھا والوں نے اسے لاہور سے شائع کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



مولانا عزیز زبیدی دار برٹن

## تعارف و تبصرہ کتب مروجہ پگڑی کا حکم۔۔۔۔۔ ایک فتویٰ

دو کانات و مکانات کی سلامی :	شائع کردہ: جمعیت الدعوة الاسلامیہ
صفحات :	۱۶
قیمت :	درج نہیں ہے
پتہ :	جمعیت الدعوة الاسلامیہ، حاجی آباد، لائل پور

### استفتاء:

کرایہ کے علاوہ مکان یا دکان کرایہ پر لینے والے سے الگ پگڑی وصول کی جاتی ہے۔ کرایہ دار بعض دفعہ آگے بھی پگڑی لے کر کسی دوسرے کو قبضہ دے دیتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ کیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ مخلص۔

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجپانی اور حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب، حضرت مولانا محمد عابدہ۔ حضرت مولانا عارف حساری، مولانا عبد اللہ لائل پوری اور مولانا ارشد الحق اثری اور مولانا محمد صادق خلیل نے تو اسے بالکل ناجائز اور **اکل اموال الناس بالباطل** قرار دیا ہے۔

حضرت مولانا پیر محمد یعقوب صاحب اور مولانا محمد صاحب گوندلوی نے اسے مال کے لئے تو جائز قرار دیا ہے دوسرے کے لئے نہیں۔

یہ دونوں فتوے مندرجہ بالا رسالے میں درج ہیں، ان کے علاوہ ایک اور فاضل نے اسے مطلقاً جائز قرار دیا ہے لیکن رسالے میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک پہلا فتویٰ زیادہ اقرب الی الصواب ہے۔ خاص کر مولانا حساری نے جو تفصیل پیش کی ہے اس سے مسئلہ کی نوعیت بالکل واضح ہو گئی ہے۔ پگڑی دنیا میں ”استحصال“ کی بدترین مثال ہے۔ آج کل بالخصوص کرایہ داروں کی اضطراری حالت اور مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی یہ ایک ذلیل ترین حرکت ہے۔ جس کا سد باب ضروری ہے۔

(۲)

علامہ اقبال اور ہم :	ڈاکٹر اسرار احمد
صفحات :	۴۲
قیمت :	۱/۵۰
پتہ :	مرکزی انجمن خدام القرآن۔ ۱۲/ افغانی روڈ، سمن آباد، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۲۷ مئی ۱۹۷۴ء کی شام کو اپنی کالج لاہور میں ایک منعقدہ اجتماع میں جو بیاد علامہ اقبال منعقد کیا گیا تھا، ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے یہ مقالہ پڑھا تھا۔ اس میں موصوف نے علامہ مرحوم کے ان تین پہلوؤں کی تفصیل پیش فرمائی ہے۔

ایک یہ کہ یہ مملکتِ خداداد پاکستان علامہ مرحوم کے تخیل کا نتیجہ ہے۔

دوسرا یہ کہ وہ عالمی ملتِ اسلامی کی عظمتِ رفتہ کے مرثیہ خواں اور اس کی نشاۃ ثانیہ کے سب سے بڑے حدی خوان بھی ہیں۔

تیسرا یہ کہ دین حق کی تجدید اور اس کے حقائق و اسرار و رموز کے نشر و اشاعت کے عظیم نقیب بھی ہیں۔

روحِ دین کی تشریح و تعبیر، فلسفہِ خودی، روحِ شریعت، نظامِ دین کی توضیح و تفسیر، اقبال اور قرآن جیسی ذیلی سرخیوں کے تحت افکارِ اقبال سے سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ رسالے کے آخر میں ان فارسی اشعار کا ترجمہ بھی دیدیا گیا ہے، جن کا مقالے میں ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ اقبال بہت کچھ تھے لیکن سبھی کچھ نہیں تھے، اس لئے اس کا تعارف پیش کرتے ہوئے زیادہ مبالغہ سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ مرحوم ملتِ اسلامیہ کی عظیم دولت تو ضرور ہیں لیکن دین میں وہ سند یا مفتی نہیں ہیں۔ ان کا دل، ان کے دماغ سے زیادہ قابلِ احترام ہے۔ اور صرف اسی حد تک ہم ڈاکٹر موصوف سے اتفاق کر سکتے ہیں۔